تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان



اسلامی عقائد

الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت



ختم اور گیارھویں شریف قرآن کریم کی روشنی میں

کرو تم اہلِ مہربانی زمیں پر

ضرورتِ طریقت و بیعت

ایک ہی راستہ امن و امان کا



قائدِ اعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے

علامہ اقبال کا تصورِ تصوف

متعدی بیماریاں اور اسلامی تعلیمات (اداریہ)

جراتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

متعدی بیماریاں اور اسلامی تعلیمات

اداریہ:

جون ۲۰۲۰ء

ایک فرد سے دوسرے افراد تک مختلف ذرائع سے پھیلنے والی بیماری متعدی کہلاتی ہے۔کوئی بھی بیماری اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر فی نفسہٖ متعدی نہیں ہوتی بلکہ جب اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اس میں متعدی ہونے کی تاثیر ڈالے تب وہ دوسرے فرد کی طرف منتقل ہوتی ہے۔بہر حال متعدی بیماری کوئی سی بھی ہو، وہ طاعون ہو، کالی کھانسی ہو، یا کرونا وائرس سے پھیلنے والی وبا، اسلام کے زرّیں اصولوں پر عمل کر کے ہم ان بیماریوں کی تباہ کاریوں سے بچ سکتے ہیں۔چنانچہ اس ضمن میں چند گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔

(۱)۔دینِ اسلام میں طہارت اور پاکیزگی جہاں قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، وہاں بہت سی بیماریوں سے بچانے کا باعث بھی ہے۔شریعت کی کتابوں کا اوّلین باب 'طہارت' ہی ہوتا ہے۔وضو میں تمام وہ اعضاء دھوئے جاتے ہیں جن پر گندگی، میل، پسینہ، گرد وغیرہ کا احتمال ہو۔ہمارے دین میں کسی بھی عبادت کے لیے بدن، لباس اور جگہ کا پاک ہونا لازمی ہے۔یہ احکام اس پاک رب کے ہیں جو ستھروں کو پسند کرتا ہے(وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ. التوبہ:۱۰۸)۔اس پاک وخوبصورت رب کے بارے میں اس کے طیب وطاہر محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے اعلان فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ ،نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ...(جامع الترمذی:۲۷۹۹)

ترجمہ:(راوی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ) اللہ پاک اور ستھرا ہے اور پاکی وستھرائی کو پسند فرماتا ہے۔

خود رب کے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم جو کائنات کی نفیس ترین، مہذب ترین، خوبصورت ترین، پاکیزہ ترین اور عظیم ترین شخصیت تھے، نے

صفائی ستھرائی کو نصف ایمان قرار دیا۔(اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ… مشکوٰۃ المصابیح:۲۸۱)

یاد رکھیں! بانئ اسلام صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے طہارت ونفاست کا جو نظام دیا ہے، اس پر عمل پیرا ہو کر ہم نہ صرف کرونا وائرس سے پھیلنے والی بیماری بلکہ متعدد دیگر متعدی وغیر متعدی بیماریوں سے بچ سکتے ہیں۔ اس لیے اہلِ اسلام پر لازم ہے کہ وضو وغسل کا بار بار التزام کریں۔ کھانا کھانے سے قبل وبعد ہاتھ خوب اچھی طرح دھونے کی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو اپنائیں۔ بلکہ دن میں بار بار صابن سے ہاتھ دھوئیں۔

(۲)۔ عوام الناس میں ایک طبقے کا خیال ہے کہ کرونا وائرس کی حالیہ کارستانیوں میں اس سے بچنے کی تدابیر کرنا توکل علی اللہ کے خلاف ہے۔ یہ خام خیالی ہے۔ ہمیں اونٹ کی رسی باندھ کر اللہ پر توکل کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ جیسے جانور کو چوری ہونے یا بھاگ جانے سے بچانے کے لیے رسی باندھنے کی تدبیر توکل علی اللہ کے خلاف نہیں، ایسے ہی بیماری سے بچاؤ کے لیے کی جانے والی کوششیں بھی توکل کے منافی نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات کے مطابق حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا یُوْرِدُ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ… (صحیح مسلم:۵۷۹۱)

ترجمہ: بیمار (اونٹ) کو تندرست (اونٹ) کے پاس نہ لے جاؤ۔

نیز فرمایا: فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ… (صحیح بخاری:۵۷۰۷)

ترجمہ: جذامی شخص سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

یہ بھی ارشاد فرمایا: لَا تُدِيْمُوا النَّظَرَ اِلَى الْمُجَذَّمِيْنَ وَاِذَا كَلَّمْتُمُوْهُمْ فَلْيَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ قِيْدُ رُمْحٍ… (مسند احمد:۷۷۶۴)

ترجمہ: جذام زدہ مریضوں پر زیادہ دیر تک نظر نہ ڈالو، اور جب تم ان سے کلام کرو تو تمہارے اور ان کے درمیان ایک نیزے کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے۔

ایک اور ارشادِ گرامی: اِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا. (صحیح بخاری: ۵۷۲۸)

ترجمہ: جب تم سن لو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیل رہی ہے تو وہاں مت جاؤ۔ لیکن جب کسی جگہ یہ وبا پھوٹ پڑے اور تم وہیں موجود ہو تو اس جگہ سے نکلو بھی مت۔

معلوم ہوا کہ بعض امراض ایسے ہیں جو پھیلتے ہیں۔ جدید سائنس ان کے پھیلاؤ کا سبب وائرس یا بیکٹیریا وغیرہ خورد بینی عناصر کو ٹھہراتی ہے۔ سبب کوئی بھی ہو، ان امراض سے بچاؤ کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا (مثلاً ہر وقت صاف ستھرے رہنا، بیمار کو تندرست سے ایک محدود مدت تک علیحدہ (Isolation) رکھنا، بیماری والے علاقوں میں نہ جانا وغیرھم) نہ تو تعلیماتِ اسلام کے منافی ہے، نہ یہ توکل علی اللہ کے مخالف ہے۔

(۳)۔ تاحال دنیا کرونا وائرس کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہے، جب حالات ذرا سازگار ہوں گے تو کرونا وائرس پھیلنے کی حقیقی وجوہات کا تعین ہو سکے گا، تاہم غالب گمان یہی ہے کہ اس کی وجہ چینی لوگوں کا چمگادڑ، کتا، بلی، چوہے جیسے جانداروں (جو ہمارے دینِ اسلام میں حرام ہیں) کا کھا جانا ہے۔ بعد ازاں انہی سے یہ بیماری پوری دنیا میں پھیلی۔ (اگرچہ ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا جا رہا ہے کہ امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل

نے گٹھ جوڑ سے اپنی حیاتیاتی ٹیکنالوجی کو ابھرتی ہوئی چینی معیشت کو روبہ زوال کرنے کے لیے استعمال کیا اور اس وائرس کو پھیلایا۔ تاہم خود بھی اس کی زد میں آچکے ہیں)۔

دینِ اسلام کے حلال وحرام کے تصور پر غور کریں تو بنی نوع انسان کے لیے یہ ایک عظیم نعمت ثابت ہوگا۔ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان چیزوں کو حلال ٹھہرایا جو انسانوں کے فائدے میں تھا، اور جو چیزیں مضر تھیں انہیں حرام قرار دیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ .. (البقرہ:۱۶۸)

ترجمہ: اے لوگو! (صرف مومنوں سے خطاب نہیں، بلکہ تمام انسانوں سے) کھاؤ جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اور شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اللہ جل مجدہٗ نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہی بیان فرمایا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ... (الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ: ستھری چیزیں ان کے لیے حلال کریں گے اور گندی چیزیں ان پر حرام کریں گے۔

آج ساری دنیا کے مسلم وغیر مسلم، باشعور، عقلمند، سائنسدان گواہی دے رہے ہیں کہ فائدہ مند جانور وہی ہیں جن کو اسلام نے حلال کیا۔ مسلمانوں کو بھی ایک بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کتا، بلی، چوہا جیسے موذی جانور ہی حرام نہیں، مشکل حالات میں ذخیرہ اندوزی کرنا، اشیائے ضرورت کی مصنوعی قلت پیدا کرنا اور کئی گنا زیادہ ناجائز منافع خوری بھی حرام ہے۔

(۴)۔ ایک اور اہم بات: ہم موجودہ حکومت کے طرزِ حکمرانی پر شدید تحفظات رکھتے ہیں، تاہم موجودہ ملکی و عالمی صورتحال کے پیشِ نظر حکومتی اقدامات کی تائید کرتے ہیں اور عوام الناس کو تاکید کرتے ہیں کہ حکومتی ماہرین کی طرف سے اعلان کردہ ان احتیاطی تدابیر پر سختی سے عمل کیا جائے جن کا تعلق ان کی صحت وتندرستی اور سلامتی سے ہے۔ جائز کاموں میں حاکمِ وقت کی اطاعت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:۵۹) میں داخل ہے۔ (یعنی اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا، اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں)

(۵)۔ ہماری حکومت کو چاہئے کہ کسی بھی جمعے کے دن کو 'یوم توبہ' قرار دے کر پوری پاکستانی قوم سے اپیل کرے کہ بعد از نماز جمعہ ایک ہی وقت میں مرد مساجد میں اور خواتین گھروں میں اجتماعی طور پر (لیکن مناسب فاصلوں پر) باادب کھڑے ہوکر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں درود وسلام کے نذرانے پیش کریں۔ پھر اجتماعی طور پر رب کریم کی بارگاہ میں توبہ کی جائے۔ اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے رب سے اس مصیبت کے ٹلنے کی گذارش کی جائے۔ اللہ کریم اپنے محبوب عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے طفیل ضرور مہربانی فرمائے گا۔ اس لیے کہ اس کا اعلان ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ... (الانفال:۳۳)

ترجمہ: اور اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔

(۶)۔ مسلمان ماہرینِ طب کو چاہیے کہ اس بیماری کا علاج دریافت کرنے کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں اور وقت صرف کریں تا کہ نسلِ انسانی کی بھلائی اور بہبود ہو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان ان کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کافی ہے کہ:

فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ مَعَهُ شِفَاءً.. (سنن ابن ماجہ:۳۴۳۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض پیدا نہیں کیا، جس کی شفا اس کے ساتھ نہ بنائی ہو۔

(۷)۔ اس مصیبت کی گھڑی میں ان دعاؤں کی کثرت کریں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اور جن کی علماء تلقین کر رہے۔ چند دعائیں یہاں درج کی جا رہی ہیں۔

☆. رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.. (الممتحنۃ:۵)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں کافروں والی آزمائش میں نہ ڈال۔ اور ہمیں بخش دے۔ اے ہمارے رب! بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے۔

☆. رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ.. (الدخان:۱۲)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم پر سے عذاب دور کر دے۔ ہم مومن ہیں۔

☆. لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.. (الانبیاء:۸۷)

ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پاکی ہے تجھ کو۔ بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔

☆. رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ.. (الانبیاء:۸۹)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

☆. اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (سنن ابی داؤد:۵۰۷۴)

ترجمہ: اے اللہ تو میرے جسم کو عافیت نصیب کر۔ اے اللہ تو میرے کان کو عافیت نصیب کر۔ اے اللہ تو میری نگاہ کو عافیت سے نواز دے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (صبح وشام ۳ مرتبہ پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت ہے)

☆. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا. (سنن ابن ماجہ:۳۸۹۲)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے بچایا اس مصیبت سے، جس میں تو مبتلا ہے۔ اور اس نے مجھے اپنی مخلوق میں بہت ساروں پر فضیلت دی۔ (جس بیمار کو دیکھ کر یہ پڑھے، اس کی بیماری سے بچا رہے)

☆. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ.. (صحیح مسلم:۲۹۴۳)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے، تیری عافیت کے ہٹ جانے سے، تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری ہر طرح کی ناراضی سے۔

☆.بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ..(جامع الترمذی:۳۳۸۸)

ترجمہ:اللہ کے نام کے ساتھ،جس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی،زمین کی ہو یا آسمان کی۔

اور وہ خوب سننے والا،جاننے والا ہے۔

☆. ''سورہ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے''۔(سنن دارمی:۳۳۷۰)

☆.اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ..(جامع الترمذی:۳۲۲۱)

ترجمہ:اے اللہ!میں تجھ سے برص،جنون،جذام اور تمام بری بیماریوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہی راستہ امن وامان کا

آج انسانی معاشرے میں تباہ کن برائیاں اور طرح طرح کی خرابیاں ہر سو منہ کھولے اپنا سر ابھار رہی ہیں جن کی بھیانک اور بڑی بڑی شوخ آنکھیں ہمہ وقت شرارت کا پیغام دیتی نظر آتی ہیں۔اخلاقی حیات کا خاتمہ ہو چکا ہے۔جدھر دیکھو انسانیت سوز حرکتیں قیامت کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ جبر وتشدد،لوٹ کھسوٹ،قتل وغارتگری اور لاقانونیت عام اور روزمرہ کا دستور بن چکے ہیں۔جن میں کوئی غرابت باقی نہیں رہی۔اقدار انسانیت کی پامالی،عریانی وفحاشی نے جنسی انارکی آرٹ اور فیشن کا روپ دھار لیا ہے۔قومی وجغرافیائی تفرقہ،ملی وسیاسی جھگڑے،لسانی وصوبائی گروہ بندیاں،مذہبی اور نسلی امتیازات،جارحانہ فرقہ پرستی اور بین الاقوامی لوٹ کھسوٹ وغیرہ تمام خرابیاں وبائی امراض کی طرح پھوٹ پڑی ہیں۔شراب نوشی،قمار بازی، زنا کاری،بغض وعناد اور چغلی وغیبت وغیرہ تو گویا بدی ہی نہیں سمجھے جاتے یہی وہ فواحش ومنکرات ہیں جن کی لپیٹ میں آج پورا کرہ ارض آ چکا ہے۔انسان نفسانی وشہوانی جذبات میں بہہ کر ایک زبردست طوفان کی طرح ایک آبادی کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری کا رخ کرتا چلا جا رہا ہے۔اپنی اس پیاس کو بجھانے کے لئے قلبی نشاط اور دلی سکون کے سارے ساغروں کو چٹ کر جانے کے باوجود بھی اس کے اندر کے جذبات کا تجسس هل من مزيد کا نعرہ لگا تا ہی جا رہا ہے۔

مذکورہ تمام اخلاقی بیماریوں کا تجزیہ کیا جائے تو ہر برائی کی تہہ میں خود غرضی اور حق تلفی کا بنیادی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے اور یہی دونوں چیزیں (خود غرضی وحق تلفی) تمام فواحش وخرافات کی اصل ہیں۔جب تک یہ جڑ باقی وبرقرار رہے گی اس کے برگ وبار بھی سرسبز وشاداب اور تروتازہ رہیں گے اور معاشرے سے منکرات ومعاصی کا قلع قمع نہ ہو سکے گا۔لہذا موجودہ اخلاقی گراوٹ اور تہذیبی ومعاشرتی بدحالی کے خاتمہ کے لئے اس اصل جڑ کا قطع وبرید اور اس بنیادی عنصر پر تیشہ زنی
ضروری ہے۔مگر یہ جڑ اس وقت تک نہیں کٹ سکتی جب تک کہ موجودہ مذہب بیزاری اور آخرت فراموشی کی جگہ ایک بالاتر ہستی کے وجود اور آخرت کی جوابدہی کا تصور ہر دماغ میں رچ بس کر عام نہ ہو جائے۔

آئندہ ہوا کیا ڈگر اپنائے گی اس کا تعین توفی الوقت نظر انداز کیجئے لیکن ہوا کے موجودہ رخ نے مفکرین اور مدبرین کے ذہنوں میں جو غلغلہ برپا کیا ہے وہ مزید اندر ہی اندر ان کے خیالوں میں ایک نئی راہ اصلاح اور درستگی معاشرہ کی تلاش کی سوئی چبھو رہا ہے۔ایک طرف تو سوسائٹی کے فساد وبگاڑ،عریانیت وفحاشی کی کنجیاں سپرد کر کے مذمومات کے سارے دروازے کھلوائے اور جب ساری قوم شر وغلاظت میں لت پت پڑی نظر آئی تو اظہار افسوس ومعذرت کرتے ہیں۔اگر ہماری روشن تاریخ کا نگاہ عبرت اور دقت نظر سے مطالعہ کرتے تو یقیناً ان کی نگاہوں کے لئے موجودہ معاشرتی جرائم کے مداوے کی صاف وصحیح راہیں کھل جاتیں۔

واقعہ یہ ہے کہ خدا بیزاری اور آخرت فراموشی یا الحاد وبے دینی ہی کے باعث موجودہ تہذیبی،عائلی،معاشرتی،قومی،صوبائی،جغرافیائی،ملکی وبین الاقوامی تمام شاخسانے جنم لے رہے ہیں جن سے عفت وعصمت،حفاظت وصیانت اور اتحاد ووحدت کی ساری عمارتیں مسمار ہو رہی ہیں۔

تہذیب جدید کے علمبرداروں نے تصور خدا اور اس کے قانون کو کاروبار حیات سے خارج کر کے بڑی فاش غلطی کی ہے جس کے تباہ کن اثرات آج پورے عالم پر پڑ رہے ہیں اور ان کی زہریلی چھینٹیں کلچر وکردار کا صاف وسفید دامن داغدار کر دے رہی ہیں۔

ظاہر سی بات ہے کہ ایک بے مہار اور غیر جوابدہ شخص سے سوائے خود غرضی،عیاشی وفحاشی اور کام ودہن کی آسودگی کے اور کیا سرزد ہو سکتا ہے۔ ایک کامل اور دولتمند آدمی عیش وآسائش،تن پروری،لذت طلبی اور حیوانی جذبات کی تسکین کے نت نئے طریقے کے علاوہ اور سوچ بھی کیا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تہذیب جدید کے معماروں نے جن بنیادوں پر سماج کی تعمیر کی تھی وہ اب پوری طرح مضبوط ہو چکی ہیں اور نئی تہذیب ہر جگہ اپنے گل کھلا رہی ہے۔

اے دنیا کے انسانو!صرف ظاہری فوائد کو دیکھ کر کسی چیز کے اچھے ہونے کا فیصلہ کرنا صحیح نہیں بلکہ باطنی نتائج واثرات کا بھی مدنظر رکھنا از حد ضروری ولازمی ہے۔یقیناً آپ نے دنیا کا ظاہری روپ دیکھا ہے اور اس کے رنگ برنگ نقابوں کے نظر فریب نظاروں میں اس طرح محو ہو گئے

ہیں کہ اندازۂ قد وقامت کے باوجود پری اور دیو میں فرق نہیں کر پائے ہیں اس وجہ سے اس پر مرمٹے ہیں۔ چاند کو ساری دنیا خوبصورت اور حسن و رعنائی میں یکتا کہی ہے جب کہ اس کے اندر بے شمار سنگریزے، پتھر، پہاڑ ہیں جس نے اس کے اندر جھانک کر دیکھا ہے وہی اس کی معنویت جانتا ہے۔ کاغذ کے پھول صرف دیکھنے ہی میں اور خوشنما نظر آتے ہیں مگر ان کاغذی پھولوں میں مہک اور خوشبو نام کی کوئی چیز نہیں ہوئی۔

لہذا اگر آپ چاہتے ہو کہ ہم غلاظت فواحش کے دلدل سے نکل کر آب طہور سے اپنے کو دھولیں اور پھر پاک وصاف ہو جائیں تو اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول سے بغاوت وسرکشی چھوڑ دو اور گہوارۂ امن وامان شریعت اسلام میں کلمہ اسلام پڑھ کر رہو، قوانین اسلام کے پابند اور کے پاسبان بن جاو کیوں کہ اسلامی قوانین وضوابط جہاں دینوی زندگی میں صالح معاشرے کی تشکیل اور داغ جرم کے دھلنے کا ذریعہ ہیں وہیں آخرت کی زندگی کے لئے مجرم کے پیروں سے عذاب کی زنجیریں کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ اسلامی قوانین میں وہ ساری قوتیں بھر دی گئی ہیں جو خانگی تباہی سے لے کر انسانی تہذیب وتمدن کی بیخ کنی تک کی ساری کڑیاں ایک ایک کر کے جدا کر کے پھر سے انسانوں کو زیست کی آسودگی بخشتی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت اور نا قابل انکار صداقت ہے کہ مذہبی قوت کے بغیر اجتماعی زندگی کا نشو ونما اور اس کی کثیر شیرازہ بندی ناممکن ومحال ہے۔ مذہب یا ایک ان دیکھے خدا کا خوف ہی انسان کو قابو وکنٹرول میں رکھ سکتا ہے۔ مذہب اسلام ہی کے ہاتھوں وہ صولت جباری اور دبدبۂ قہاری ہے جو دنیائے قلوب انسانی کی کایا پلٹ سکتا ہے۔ مذہب اسلام میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کا سینہ چیر سکتی ہے، دریاؤں کو پاٹ سکتی ہے اور زبردست سے زبردست طوفان کا رخ موڑ سکتی ہے، مذہب انسانی قلوب واذہان پر حکومت کرتا ہے جب کہ غیر مذہبی قوانین صرف جسم پر ہی نافذ ہوتے ہیں۔ ان دیکھے خدا کا خوف اور ہولناک قیامت کی جوابدہی کا عقیدہ ہی تمام خرابیوں کے سدباب کا ذریعہ ہے۔

اسلامی قوانین قتل وقتال، جنگ وجدال، باہم منافرت وبرگشتگی، چغل چپائی، قلبی بغض ودلی عناد وغیرہ ساری اخلاقی ونفسیاتی بیماریوں کی کوئی منظم اسکیم نہیں ہیں بلکہ دنیا کو دنیا کے خالق ومالک کے اقتدار اعلی کے تحت لانے کا عظیم الشان نظام قدرت وحکمت ہے۔ گردن سے غیر اللہ کا قلادہ اتار کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔ فرد سے جمعیت تک اور خانگی امور سے امارت وسلطنت تک قوانین الہیہ کے نفاذ و برقرار رکھنے کے لئے اسلام وہ پہلا مذہب ہے جو آں دم تا ایں دم اپنے نام لیواوں کے دامن میں قلبی سکون اور باہمی کشمکش سے رستگاری کا اچھا ثمرہ بھرتا چلا آیا ہے۔ چونکہ تمام دینوی غیر خدائی قوانین ناقص انسانی اذہان کے سانٹھ گانٹھ کے نتائج ہیں اس لئے ان قوانین پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان دوسرے انسان کی چیرہ دستیوں اور کارستانیوں سے کبھی بھی محفوظ ومامون نہیں رہ سکتا بلکہ قدم قدم پر اسے مصائب وآلام کی ٹھوکروں سے دوچار ہوتا رہنا پڑے گا کیونکہ ہر بڑی مچھلی چھوٹی کر نگل جانے کی ٹوہ میں پڑی رہتی ہے۔

دنیا میں حکومت واقتدار پر جان وجسم کی بازی لگا دینے والے جب اللہ تعالی کے قوانین سے آزاد وبے لگام ہو جاتے ہیں تو خود غرضی اور تعدی ان کا شیوہ ہو جاتی ہے۔ جور وجفا ان کی سرشت ہو جاتی ہے۔ ایسے سارے ملکی وسماجی ناقص نظاموں کو دین سے اکھاڑ کر صرف اور صرف خدا کے محکم قوانین کو نافذ کرنا اسلام کا اولین منصب اور نصب العین ہے۔ اس میں کسی بھی ریب وشک کی گنجائش نہیں کہ سماج کے افراد ہی معاشرے کے حسن وقبح کو جنم دیتے ہیں۔ نیکوکار لوگوں کی زندگی سے صالحیت کا فروغ ہوتا ہے اور بدکاروں کی زندگی سے بدکاریاں بڑے پیمانے پر پھیلتی ہیں۔ اسلامی قانون کے نافذ کرنے والی تحریکوں کو ناکام بنانا، جو لوگ اسلام کے حقیقی بہی خواہ ہیں انہیں زیر کرنے کی کوشش کرنا یہ سب کیا ہیں؟ اخلاقی کمپاؤنڈ میں آگ لگانا نہیں تو اور کیا ہے؟ ان تمام رکاوٹوں کو جو دنیا پر رحمت ربانی کی بارش پڑنے میں آڑ بنیا نہیں مٹا دینا مسلمانان عالم کا اہم ترین فریضہ ہے۔

انبیائے کرام کا اصل میشن برائیوں کا استیصال اور حقوق العباد کا تحفظ ہے۔ اس میشن نے ہمیشہ گمراہ انسانوں کو سیدھا راستہ دکھلایا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ بگڑے ہوئے بے مہار معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے تو صرف انبیائے کرام کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنا کر ہی ہو سکتی ہے۔ اسلام نے اصلاح معاشرہ کے لئے جن اصولوں کی تعلیم دی ہے وہ بارہا کے آزمودہ اصول اور علم الاخلاق کے بیش بہا موتی ہیں۔ حکمت ودانش کے ان بیش بہا اصولوں میں سے ذیل میں صرف چار اصول کا اندراج کرتا ہوں جنہیں اپنا کر انسانیت کے بکھرے ہوئے پراگندہ گیسوؤں کو پھر سے سنوارا جا سکتا ہے۔ موجودہ دنیا بلا تفریق مذہب وملت اگر اسلام کے صرف انہیں چار اصولوں پر بھی اگر عامل ہو جائے تو آج بھی اس کی کایا پلٹ سکتی

ہےاور ہر قسم کی برائیوں کی جڑیں کٹ سکتی ہیں۔
(۱):لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولاالابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ(مسلم شریف)
اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ کسی عربی کو کسی بھی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور کوئی گورا کسی کالے سے برتر ہیں سوائے تقویٰ اور پارسائی کے۔ کالے اور گورے سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔
یہ وہ عظیم درس ہے جو موجودہ قومیت و وطنیت اور نیشنل ازم کے تصورات پر تیشہ چلائے ہوئے تمام انسانوں کو اخوت ومساوات اور باہم مودت کا صحیح و بلند ترین نظریہ فراہم کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر پورا معاشرہ ایک قبیلے اور ایک خانوادے کی طرح پرسکون اور طمانیت بھری زندگی بسر کر سکتا ہے۔
(۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته والامیر راع والرجل راع علیٰ اهل بیته والمرئة راعیته علیٰ بیت زوجها و ولده فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته(ریاض الصالحین ص:۹۵)
یعنی تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق (قیامت کے دن) پرسش ہوگی۔حکمران ایک ذمہ دار ہستی ہے (اس سے اس کی ذمہ داری کے متعلق متعلق پوچھا جائے گا) ایک عام شخص بھی ایک ذمہ دار فرد ہے اپنی گھر والی پر (جس سے اس کی ذمہ داری سے متعلق پوچھا جائے گا) عورت بھی اپنی جگہ پر جوابدہ ہے اور اس سے اپنے گھر بار کی رکھوالی کے متعلق جوابدی کا مطالبہ ہوگا پس تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہر ایک سے اس کی ذمہ داری پوچھی جائے گی۔
خادم وغیرہ سارے لوگ زمہ دار ہیں جس سے اس کی ذمہ داری متعلق باز پرس ہوگی۔
یہ ایک ایسا انمول اصول ہے جس کے نفاذ کے بغیر کوئی بھی سماج و معاشرہ مستحکم و پائیدار نہیں ہو سکتا۔حقیقت یہ ہے کہ جس معاشرے کے افراد خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، حاکم ہو یا محکوم، مالک ہوں یا مزدور، تاجر ہوں یا کسان، دیہاتی ہوں یا شہری جب تک اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے ان سے عہدہ برآ نہیں ہاں گے وہ معاشرہ کبھی بھی اصلاح پزیر نہیں سکتا۔
(۳): ومن رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یسیطع فبلسانه فان لم یستطیع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان
(ریاض الصالحین:ومشکوۃ ص:۳۴۷والمسلم شریف)
ترجمہ:تم میں جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھوں سے مٹادو اگر اتنی استطاعت نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے اس کی مذمت کرو اور اگر اتنی بھی استطاعت نہ ہو تو پھر کم از کم دل سے اس کو برا جانو اور یہ ادنی درجہ کا ایمان ہے۔
ظاہر ہے کہ جب معاشرے کا ہر فرد اپنی اپنی حیثیت کے مطابق امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داریوں کو پوری کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر سوسائٹی میں پھیلی ہوئی تمام برائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور سارے منکرات ومعاصی کا آسانی سے سدباب ہو جائے گا۔
(۴): وقل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذالک ازکیٰ لهم ان الله خبیر بما یصنعون (سورۃالنور)
ترجمہ:مسلمانوں کو علم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے۔اللہ ان کے سب کام جانتا ہے۔
عن جریر سئلت عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری. (مشکوۃ باب النظر الی المخطوبہ،ص۸۷۳)
حضرت جریر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ کا اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں فوراً نگاہ پھیر لوں۔
اسلام نے مرد وعورت دونوں کو حفاظت نگاہ تاکید کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب ہر انسان ایسی شے پر نگاہ ڈالنا ہی چھوڑ دے جن کے دیکھنے

کے سبب میلان طبع قباح ومفاسد کو وجود بخشتے تو پھر کسی گناہ کی خواہش ہی دل میں پیدا نہیں ہوگی کیونکہ دیکھنے ہی سے اکثر و بیشتر مذمومات جنم لیتے ہیں دور کیوں جائیں نابینا آدمی ہی کا جائزہ لیا جائے تو بات بے نقاب سامنے آجائے گی کہ وہ چوری، ہتھیار بند لڑائی، زنا کاری وغیرہ گناہوں سے نادیدگی ہی کی وجہ سے قانون کے حصار میں رہتا ہے۔ اسی طرح اسلام کے اس مذکورہ اصول پر اگر عمل درآمد کیا جائے تو یقیناً انسان سے درندگی کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

(۵): البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک و کرھتان یطلع علیہ الناس (مشکوۃ شریف جوالمسلم باب الرفق والحیاء وحسن الخلق)

نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دلوں میں دگدا پیدا کرے اور جس پر لوگوں کا مطلع ہونا تم ناپسند کرو یعنی جسے تم لوگوں سے چھپاتے پھرو۔

اس ارشاد نبوی کے ذریعے لوگوں کو ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے پر ابھارا گیا ہے۔ دراصل ہر شخص کے باطن میں ایک نور یزدانی ودیعت کردیا گیا ہے جو اسے ہر ایسے کاموں سے ٹوکتا ہے جو معاشرے میں گندگی کا سبب بنے اور ہر اچھے کاموں پر ابھارتا ہے خواہ وہ خدا پرست ہو یا بے دین یا کوئی دہریہ ہی ہو، سبھی کو یہ باطنی نعمت عطا کی گئی ہے۔ اگر ہم اسلام کے انہیں فطری اصولوں پر عامل ہو کر ان کے حسنات وبرکات سے استفادہ کریں تو ہم آج بھی کندن بن سکتے ہیں۔

عیار اہل مغرب کو کون سمجھائے خدائی قوانین پر ہمیشہ ان کی بدبودار زبان نے جرح کرنے کی کوشش کی کہ اسلام تو خوامخواہ عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے۔ عورت کو دیکھنے سے کیا ہوگا۔ صرف دیکھنے سے اس کی آبرو تو مسمار ہو نہیں جاتی۔ لہذا عورت اگر سیر وتفریح کرے تو اس میں اس پر کون کی قیامت آن پڑتی ہے کہ اسلام شدومد کے ساتھ عورتوں کو خوشگوار آب وہوا سے محروم کرنے پر تلا رہتا ہے۔

خدا غارت کرے ایسی ذہنیت کو ایک طرف تو عقل وخرد میں بزعم خویش صف اول میں شمار ہوتے ہیں اور دوسری طرف احمقانہ باتیں کرتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے کہ دیکھنے سے کچھ نہیں ہوتا تو مندرجہ ذیل کیفیات کیوں رونما ہوتی ہیں چنانچہ حکیم طارق محمود چغتائی اپنی کتاب سنت نبوی اور جدید سائنس میں لکھتے ہیں "شیر اگر سامنے آجائے اور انسان صرف اسے دیکھ لے تو صرف دیکھنے سے جسم اور جان پر کیا بنتی ہے؟ سوچئے حالانکہ شیر نے اسے ہاتھ تک لگایا۔ سبزہ اور پھول صرف دیکھے جاتے ہیں تو پھر صرف ان کے دیکھنے سے دل مطمئن اور سرور کیوں ہوتے ہیں؟ کسی کو مصیبت میں صرف دیکھتے ہی تو ہیں، دل بے چین ہو جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ کسی بڑی دکان، مکان، بلڈنگ کی یا کار صرف دیکھتے ہی تو ہیں فوراً دل کے اندر حسرت، حسد، امید رشک، بے چینی اور طمع جیسی مختلف کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں آخر کیوں؟ صرف دیکھا ہی تو تھا۔ کسی حسین جہاں گل رعنا کو دیکھ کر دل دے بیٹھتے ہیں، اسے صرف دیکھا ہی تو تھا؟ آنکھیں چوری کرتی ہیں، ہاتھ بڑھتے ہیں اور گناہ ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اسلام پردے کا حکم دیتا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس صفر ۳۳: جلد اول)

اگر تعصب وعناد سے ہٹ کر اسلامی فطری قوانین کو حقیقت کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو صاف عیاں بیاں ہے کہ یہ حدود صرف اور صرف ہمارے ہی مفاد کی خاطر رکھی گئی ہیں۔ تو یہی دیکھنا ہی ہماری جسمانی صحت کو گندہ تاثر دیتا ہے جو ہمارے لئے بیماری کا باعث بنتا ہے لیکن اگر ہم اس دیکھنے سے محفوظ رہیں تو جہاں خواب سے بالاتر لازوال اخروی فوائد ہاتھ میں آئیں وہیں دنیوی گھناونی امراض سے جائیں۔ چنانچہ مشہور، روحانیت کا ماہر ڈاکٹر نکلسن کہتا ہے نگاہیں جس جگہ جاتی ہیں وہیں جم جاتی ہیں۔ پھر اس کا اچھا اور برا اثر اعصاب دماغ اور ہر موز پر پڑتا ہے سوائے ماں اور دیگر محرمات کے علاوہ کسی بھی اجنبی عورت کے دیکھنے سے ہر موزی سسٹم کے اندر خرابی میں نے دیکھی ہے شائد کوئی دیکھ سکے کیونکہ ان نگاہوں کا اثر زہریلی رطوبت کا اثر بن جاتا ہے اور ہار موزری گلنڈز ایسی تیز خلاف جسم زہریلی رطوبت خارج کرتے ہیں جس سے تمام جسم درہم برہم ہو جاتا ہے۔ (سنت نبوی اور جدید سائنس صفر ۳۳۰)

اسلام کے بے شمار اصولوں میں سے میں نے چندہی اصولوں کو زیب قرطاس کیا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر کوئی انسان کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہو، ان بنیادی اصولوں سے استفادہ کرے تو وہ پھر سے کچھ بن سکتا ہے اور انہی اصولوں کی بدولت انسانوں کا وہ طبقہ جو دنیا میں آلائشوں

کے سمندر میں غرقاب ہے پھر دوبارہ پیکر انسانیت اور مجسمہ رحمت بن کر ایک انقلاب برپا کر سکتا ہے اور دنیا کے لئے قرون اولیٰ کے راست باز مسلمانوں کی طرف ضرب المثل اور نیک نام زندگی کا شاہکار بن سکتا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کی زندگی کے معاملات صرف اس کی اپنی ذات تک ہی محدود نہیں ہوتے بلکہ پیدائش سے موت تک اسے دوسرے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہوتی ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا ہے اس میں مختلف ادوار میں ہر قسم کے لوگوں نے جنم لیا ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اللہ عزوجل کے احکامات کے مطابق گزارا اور ہمیشہ ان کی ذات سے دوسرے انسانوں کو راحت اور فائدہ حاصل ہوا۔ ایسے انسان بارگاہ رب العزت میں بھی مقبول و منظور ہوئے اور ثواب کے مستحق رہے اور دنیا انہیں ہمیشہ اچھے القابات وخطابات سے یاد کرتی ہے تو دوسری طرف اس دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی، اپنے ظلم وستم اور جبر وناانصافیوں سے مخلوق خدا کو بھی تکلیف پہنچاتے رہے تو ایسے لوگوں کو رب تعالیٰ نے نیست ونابود فرما کر انہیں اپنے دردناک عذاب کی بھی وعید سنائی اور دنیا ہمیشہ انہیں برے القابات سے یاد کرتی ہے۔

اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو دی گئی ہے وہ ہے اچھا اور عمدہ اخلاق۔ خود رب تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکارم اخلاق سے مزین فرما کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عملی حیات مبارکہ میں جس قدر اخلاق حمیدہ میں مظاہرہ فرمایا تاریخ انسانیت میں اس کی مثال ملنا ممکن ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو ایمان کی تکمیل کا دارومدار ہی حسن و اخلاق پر رکھ دیا۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ

''تم میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو''

اسلام میں اخلاق کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل بالا حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایمان واخلاق کو ایک ہی بندھن میں باندھ دیا ہے کہ حقیقی مومن وہی ہے جو دوسروں کو راحت پہنچائے اور ان کی خوشی کا خیال رکھے۔ اس کے برعکس اگر کوئی شخص مسلمان تو ہے لیکن دوسروں کے لئے باعث تکلیف ہے تو اس کا ایمان بھی مشکوک ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کملی والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کون سا مسلمان افضل ہے۔ ارشاد فرمایا گویا کہ پھول کی پتیوں سے ہیرے، جواہرات جھڑنے لگے

فرمایا من سلم المسلمون من لسانه ویده

جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (ترمذی شریف)

یعنی سب سے افضل مسلمان وہی ہے کہ جس کے ہاتھ دوسرے مسلمان پر ظلم وستم سے محفوظ رہیں اور جس کی زبان سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے تب ہی مسلمانیت کا حق ادا ہوتا ہے۔

دین اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس نے دوسروں کو آرام وراحت پہنچانے اور ان کی تکالیف کو دور کرنے پر عظیم اجر وثواب کی نوید دے سنائی ہیں تا کہ مسلمان معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ رسول خوش خصال، بی بی آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

''میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرتے دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس نے راستے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کے لئے

باعث تکلیف تھا
(مسلم شریف)
معلم اخلاق صاحب جمال صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ یہاں تک ارشاد فرمادیا
''لوگوں کو ضرر پہنچانے سے بچو کہ اس سے بھی تم کو صدقے کا ثواب ملے گا''
یعنی اگر کوئی شخص کسی کو تکلیف پہنچانے پر قادر ہے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رضا کی نیت سے وہ اس کو ضرر پہنچانے سے باز رہا تو اس پر بھی وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔ (سبحان اللہ)
اسی لئے تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی کا مبارک قلم خوشی سے جھومتا ہوا لکھتا ہے
وہ تو نہائیت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں گے اپنے ہاتھ ہی خالی ہے
ہاں ہاں، ہمارے دامن میں کوئی نیک عمل نہیں ورنہ وہ تو اتنے کریم، اتنے عظیم ہیں کہ ہماری بخشش کے لئے ہمارے اعمال کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہے ہیں کہ کوئی ایسی نیکی ہمارے دامن سے مل جائے جس پر ان کی رحمت کو ہماری بخشش کا بہانہ مل جائے۔
رحمت حق 'بہانہ' می جوید
(یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت 'بہا' یعنی قیمت نہیں مانگتی، اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بہانہ طلب کرتی ہے۔
فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے
من فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه بها کربة من کرب یوم القیمة (مسلم شریف)
جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی بدولت قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت اس سے دور فرمائے گا۔
زہے نصیب کہ مسلمانوں کو قیامت کی مشکلات اور حشر کی ہولناکیوں سے بچنے کا نہایت ہی آسان طریقہ بتادیا جارہا ہے کہ اگر تم دنیا میں رہ کر آسانی سے کسی مسلمان کی تکلیفوں کو دور کروگے، ان کے لئے آسانیاں پیدا کروگے تو کل بروز قیامت تمہارا کریم پروردگار تمہیں ان تمام مشکلات سے نجات عطا فرمائے گا کہ جس دن نجات دلانے والا کوئی نہ ہوگا سوائے تمہارے رب کے ایک اور جگہ کا آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ
الخلق عیال الله فاحب الناس الیٰ الله من احسن الیٰ عیاله
مخلوق اللہ عزوجل کی عیال ہے تو لوگوں میں اللہ عزوجل کو سب سے پیارا وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے
سبحان اللہ کیسی پیاری مثال دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یعنی اپنی امت کے گناہ گاروں کو آداب واخلاق سکھا رہے ہیں کہ تمام مخلوق اللہ عزوجل کی فیملی ہے۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں نہ ہی وہ کسی کی اولاد ہے۔ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ومرتد ہے۔ لیکن یہاں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق کو اللہ عزوجل کی عیال فرما کر اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جس طرح ہم میں سے ہر ایک کے اہل وعیال ہیں، اگر کوئی شخص ہمارے اہل وعیال یعنی ہماری فیملی یا خاندان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے یا ان سے کوئی نیکی کرتا ہے تو ہمیں اس کا یہ اچھا برتاؤ بہت اچھا لگتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں خوشی پہنچائی ہے تو بالکل اسی طرح جب ہم اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اس کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں یا ان کی مشکلات کا حل کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں تو اللہ عزوجل ہم سے بہت خوش ہوتا ہے۔
حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے کو ترک کر دیتا ہے جنت کی چار دیواری میں مکان کی ضمانت دیتا ہوں۔ جو جھوٹ بولنا ترک کر دے اگر چہ وہ مزاحاً ہی ہو اسے وسط جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور خوش اخلاق کو جنت میں اعلیٰ مقام کی ضمانت دیتا ہوں۔ (ابوداود)
حدیث مبارکہ میں تین اچھی خصوصیات کا ذکر آیا ہے جس پر آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود جنت کی ضمانت دی ہے۔ جس میں

سب سے بڑی نیکی حسن واخلاق ہے کہ جس کے بدلے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے اعلیٰ مقام کی ضمانت دی ہے۔

بڑوں کا ادب کرنا اور چھوٹوں سے پیار کرنا بیمار کی عیادت کرنا اور دوسروں پر رحم کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، مقروض کو مہلت دینا، نیکی کی دعوت دینا حاجتمند کی حاجت پوری کرنا، مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنا، جاہلوں کو تعلیم دینا۔ یہ سب اچھے برتاؤ اور حسن اخلاق میں شامل ہیں۔ یہ معاملات تو صرف انسانوں تک محدود ہیں جبکہ ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کسی جانور کو بھوکا پیاسا، کسی تکلیف میں دیکھ لیتے تو فوراً اس کے مالک سے اس کی باز پرس فرماتے یا خود اس کی تکلیف کو دور فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہی کی تعلیمات کا اثر تھا کہ حسن واخلاق کا جذبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا۔

آج اگر ہم اپنے اسلامی معاشرے بلکہ خود اپنی ذات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعیمات پر کہاں تک عمل پیرا ہیں۔ آج کے پرفتن دور میں ہم نے صرف اپنی ذات اور اپنے ذاتی مفاد کو مدنظر رکھا ہوا ہے اور یہ بالکل بھول چکے ہیں کہ ہمارا مذہب ہمیں کیا سکھار ہا ہے۔ ایک مسلمان کو کیسا ہونا چاہیے ہم بالکل ہی بھول گئے ہیں یہاں تک کہ ہم اپنے لالچ وحرص کی وجہ سے دوسروں کا حق کھا رہے ہیں۔ دوسروں کو تکلیف پہنچا کر خود سکون محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ سلطان دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے "جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہے مگر اس خواہش کو روک لے اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے بخشش سے نوازتا ہے"

یعنی ہمیں کسی چیز کی حاجت ہے اور وہ چیز ہمیں میسر بھی ہے اور وہ چیز کسی دوسرے مسلمان بھائی یا بہن کو ضرورت ہے تو ہم اپنی ضروریات کو نظر انداز کر کے دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیں تو اس پر اللہ عزوجل کی طرف سے ہمارے لیے بخشش کا وعدہ ہے۔

اولاد کا اپنے والدین سے حسن سلوک سے پیش آنا، بیوی کا اپنے شوہر کی خدمت کرنا، مرد کا اپنی عورت، بچوں کے لئے روزی کمانا اور ان کی ہر ضرورت پوری کرنا، ماں کا اپنے بچوں کی پرورش کرنا اور انہیں اچھی تربیت دینا، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن معاملات کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا یہ سب ہماری بخشش کا ذریعہ اور عظیم اجر وثواب کے کام ہیں۔ جن کو اگر ہم اچھی نیت اور رب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کریں گے تو انشاء اللہ، اللہ عزوجل تبارک وتعالیٰ دنیا وآخرت میں ہمارا حامی وناصر ہوگا۔

اگر ہر مسلمان اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو فائدہ اور راحت پہنچانے کی نیت کرے تو ایک دور ایسا آئے گا کہ اچھا اور عظیم اخلاق کا حامل معاشرہ وجود میں آئے گا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاؤں اور رب تعالیٰ کی نوازشات کا نزول ہوگا اور کامیابی دنیا وآخرت میں ہمارا مقدر بن جائے انشاء اللہ۔

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر | خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر
حرص والا لالچ چھوڑ دو مومنو! | سب کچھ رہ جائے گا یہیں پر

اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں کے لیے باعث صراحت بنائے۔ بڑوں کا ادب کرنے اور چھوٹوں سے پیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام امت مسلمہ کی بھلائی ہمارا مقصود ہو اور انہیں کسی بھی قسم کی تکلیف یا دکھ دینے سے بچائے۔ (آمین ثم آمین)

علامہ اقبال کا تصورِ تصوف

پروفیسر رانا محمد اجمل خان (اسلام آباد)

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں ملت کی حکیمانہ رہنمائی کی وہیں تصوف پر بھی اپنے خیالات وتصورات کا کھل کر اظہار کیا ہے۔ دراصل ان کے نزدیک بندہ مومن کی معراج یہ ہے کہ

؎ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

دیکھا جائے تو یہ حدیث مبارکہ ''نماز مومن کی معراج ہے'' اسی بات کی غماز ہے۔ مومن جب رب کی چاہت میں اپنی چاہت سے صرف نظر کرتا ہے اپنی تمام تر خواہشات نفس کو رضائے الٰہی کے لیے بیچ دیتا ہے تو تصوف کا مقصد وحید حاصل کر لیتا ہے۔ علامہ کہتے ہیں:

؎ مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں

اور یہ بات کہ

؎ دردست جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

میرے جنون کے ہاتھ جبریل تو معمولی سا شکار ہے
اے ہمت مردانہ کمند ڈالنی ہے تو رب کائنات پر ڈال

مومن جب رضائے الٰہی کے لیے ہر کام کرتا ہے تو رب کریم خود فرماتا ہے ''بندہ میرے کانوں سے سنتا ہے اور میری آنکھوں سے دیکھتا ہے تو پھر وہ آفاق میں گم نہیں ہوتا۔ آفاق اس میں گم ہو جاتے ہیں اور وہ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا ذکر علامہ مرحوم نے نہایت دلآویز انداز میں کیا۔

؎ کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
؎ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور خالق اکبر نے فرمایا ''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔

تصوف دراصل ہے کیا؟ دل کی پاکیزگی اور طہارت وہ دل جس میں خدائے واحد کی جھلک نظر آئے۔ اسی طہارت کے بارے میں تو حضور نبی رحمت ختمی مرتبت حکیم انسانیت آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''انسان کے بدن میں ایک ایسا لوتھڑا ہے، جو درست ہو جائیگا تو سب کچھ (پورا بدن) درست ہو جائے گا اور جب وہ فاسد ہو جائے گا تو پورا بدن فاسد ہو جائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ ''دل'' ہے اور مومنین کی تعریف کرتے ہوئے رب حکیم وخبیر نے فرمایا ''وہ اپنی نگاہیں جھکائے رکھتے ہیں'' علامہ مرحوم نے انہی دونوں کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

؎ خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

صوفیا کے نزدیک زندگی کے ہر سانس میں اللہ کی یاد ہو اور ہر کام میں اس کی رضا مدنظر ہو۔ پنجابی میں کسی نے کیا خوب کہا ہے

؎ ہتھ کار ول تے دل یار ول

اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان کاروبار زندگی میں شرکت نہ کرے اور صرف یاد الٰہی میں مصروف ہو کر رہبانیت کی طرف چلا جائے جب کہ یہ کہا گیا ہے۔

؎ رہبانیۃ فی الاسلام (اسلام میں رہبانیت نہیں) بلکہ حیات مستعار کو سنت نبویؐ کے مطابق گزارنا ہے اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دل و جان سے لگے رہنا ہی مومن کا مقصد حیات ہے۔ زندگی کی رعنائیوں کو بھی وہ صرف اس لیے قبول کرتا ہے کہ میرے رب کا حکم ہے ''یہ مال اور بیٹے دنیا کی زینت ہیں''

اور رب قدوس نے دعا بھی تو خود ہی سکھائی ہے

"اے ہمارے رب ہمیں دنیا کی خوبصورتیاں عطا کر اور آخرت کی بھی"۔ تو گویا پہلے دنیا کا حسن مانگنے کی طرف توجہ دلائی اور پھر آخرت کا۔ یہاں حضور سرور کائنات فخر موجودات کی حدیث مبارکہ کا ذکر باعث برکت رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "دنیا آخرت کی کھیتی ہے" جو تم دنیا میں کماؤ گے وہ آخرت میں پاؤ گے اسی لیے حضرات صوفیائے کرام دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کرتے ہیں اور علائق دنیا سے وابستگی کے باوجود وہ فکر آخرت میں گھلتے رہتے ہیں اور ان کا ہر قدم رضائے الہی کے حصول کے لیے اٹھتا ہے۔ غموں کی آندھیوں میں آلام و مصائب کے طوفانوں میں وہ گھبراتے نہیں اور اس حکم ربانی پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

"یایھاالذین امنو اصبرو و صابرو و رابطوا وتقوالله لعلکم تفلحونo "(سورہ ال عمران)

ترجمہ: "اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اس امید پر کہ تم کامیاب ہو"

وہ سورۃ والعصر کی عملی تفسیر ہوتے ہیں ان کی زندگی سراپا جہاد ہوتی ہے وہ جہد مسلسل کے داعی ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ العشق نار یحرق ماسوا اللہ" یعنی اللہ کی ذات کے علاوہ عشق جلا دینے والی آگ ہے۔"

علامہ مرحوم اس طرز عمل کو جس انداز میں پیش کیا ہے وہ یقیناً قابل ستائش ہے زبور عجم میں کہتے ہیں۔

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

یہی دل بیدار صوفیا کی سب سے بڑی متاع ہوتا ہے۔ یہ بے خوف اور حق و صداقت کے امین ہی اصلی صوفی ہیں اور یہی تصوف کا نکتہ کمال ہے۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

علامہ مرحوم کے تصور تصوف میں رب کائنات کی رضا جوئی ہی اصل منزل ہے جس کی طرف بندہ مومن کو رواں دواں رہنا چاہیے۔ اس کی زندگی کی کل متاع لا الہ ہے کیونکہ جب اللہ کی محبت میں وہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر دیتا ہے تو اس دنیا کی تمام تر رعنائیاں اس کے لیے کشش نہیں رکھتیں۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس فقر غیور پر فخر کیا ہے اور فرمایا ہے "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے) یہ فخر شان بے نیازی ہے یہی فقر غیور صوفیا کا طرہ امتیاز ہے۔ شاہوں کی محبت ہو یا ظلم و جبر وہ کسی چیز کو خاطر میں نہیں لاتے اور بقول اقبالؒ:

ما سوا اللہ سرش فاگندہ نیست
اللہ کے سوا اس کا سر کسی کے آگے نہیں جھکتا

علامہ نے فقر کو کیا خوب بیان کیا ہے:

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

علامہ اقبال تصوف کو روح انقلاب سمجھتے ہیں۔ کائنات میں ہمہ وقت صوفی کو جہد عمل کا پیغام دیتے ہیں ان کے نزدیک تصوف کا معیار وہ لوگ ہیں جنہوں نے آفاقیت کو متاثر کیا۔ تمام انسانیت کے دلوں کو زیر و زبر کر کے توحید و رسالت کا پرچم بلند کیا اور وقت کے اندھیروں میں سیرت و کردار اور عمل پیہم کی وہ شمعیں روشن کیں جن سے دلوں کی تاریکیاں دور ہوئیں اور اسلام کا پیغام عام ہوا۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں تو ان کے تاثرات کچھ اس طرح سے ہیں:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

جس کے نفس سے ہے گرم گرمی احرار

حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار شریف پر حاضری کے وقت ان کے تاثرات سے ان کا تصورِ تصوف ظاہر ہوتا ہے:

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب ہے تیری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

آپ مولانا جلال الدین رومیؒ کو اپنا پیر روشن ضمیر سمجھتے ہیں اور اپنے کلام میں علامہ نے مختلف مقامات پر ان کا حوالہ پیش کیا ہے اور مرید ہندی اور پیر رومی والا مکالمہ تو ان کے تصور تصوف پر روشن دلیل ہے:

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خوں
علم حاضر سے ہے دیں خوار و زبوں

پیر رومی:

علم را برتن زنی مارے بود
علم را بردل زنی یارے بود

مرید ہندی:

''بصیرت کی آنکھ سے خون کی ندی بہہ رہی ہے کیونکہ موجودہ علم سے دین خوار ہو کر رہ گیا۔

پیر رومی:

علم کو تن کے لیے استعمال کرو گے تو سانپ بن کر ڈسے گا اگر علم کو دل سے لگاؤ گے تو دوست بن کر تمہاری مدد کرے گا۔''

وہ ایسے پیروں پر کڑی تنقید کرتے ہیں جو صرف نوٹ کمانے کے لیے بیٹھے ہیں جن کے دلوں کے چراغ بجھ چکے ہیں جہاں حرارت ایمانی کا فقدان ہے اور وہ جہد وعمل سے عاری ہیں۔ اسی بے عملی پر تو آپ نے حافظ شیرازی کو گوسفند قدیم قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں۔

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
ہو صاحب غیرت تو تمہید امیری
افرنگ زخود بے خبرت کرد وگرنہ
اے بندہ مومن تو بشیری و نذیری

وہ ان خانقاہوں سے بیزار ہیں جہاں عشق الٰہی کا درس نہیں ہوتا جہاں پیروں کے سینے اللہ ہو کی روشنی سے محروم ہو چکے ہیں وہ مردان حر نہیں رہے۔ دنیا کی چکاچوند سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں ہیں۔ علامہ تڑپ اٹھتے ہیں اور بے اختیار ان کے قلم سے نکل جاتا ہے۔

ممکن نہیں تحقیق خودی خانقاہوں سے
اس شعلہ نم خوردہ سے ٹوٹے گا شرر کیا

اور یہ بھی کہ:

بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

انہوں نے اس بے یقینی اور بے بصری کا علاج بھی تجویز کیا ہے:

لادینی و لاطینی کس پیچ میں الجھا تو
دارو ہے ضعیفوں کا لا غالب الا ھو

علامہ مرحوم فقر غیور جیسو رکو ڈھونڈنے کا مشورہ مرد مومن کو دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈو وہ فقر
جس فقر کی اصل ہے حجازی
اس فقر سے آدمی میں پیدا

اللہ کی شان بے نیازی
یہ فقر جس نے پایا
بے تیغ و سناں ہے مرد غازی
اور یہ بھی کہ:
مومن کی اسی میں ہے امیری
اللہ سے مانگ یہ فقیری
ان کے نزدیک مرد مومن کا مقام یہ ہے
ہمسایہ جبرئیل امین بندہ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

علامہ مرحوم فقر صرف اسی کو سمجھتے ہیں جو خوددار، متحرک اور عمل پیہم سے عبارت ہے اور ان کے نزدیک مومن کی ساری تگ وتاز کا نصب العین ہی صرف یہ ہے:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

"ہمیں اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہو آلہ وسلم تک پہنچنا ہے تو اگر ان تک نہ پہنچا تو ساری کوشش بولہب کا کردار بن جائے گی۔
اس لیے کہ آپ کے نزدیک حتمی اعزاز مومن کا یہ ہے اسے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے غلامی کی سند مل جائے جیسا کہ حضرت امیر خسروؒ نے فرمایا

خدا خود میر مجلس بود
شب جائے کہ من بود

خدا خود میر مجلس تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق محفل تھے اور مومنین مجلس برپا تھی تو پھر علامہ اپنا اظہار عقیدت یوں کرتے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہٰ
وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخش فروغ وادی سینا

ضرورتِ طریقت و بیعت

بیعت سے پہلے اور بعد

مرشد کی ضرورت اور شرائط

مرشد کی ضرورت کا سوال اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے قرآن و سنت یا کسی بھی موضوع پر مہارت حاصل کرنے کے لیے استاد کی ضرورت کا سوال اٹھایا جائے۔ پیر پکڑنے کا مقصد دم کروالیا تعویز لے لینا اور دعا کروالینا اور نذرانے دینا نہیں۔ مرشد پکڑنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے۔ اس راستے میں نفس اور شیطان قدم قدم پر دھوکا دیتے ہیں اور قدم قدم پر راہنما کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو مرشد کے بغیر راہ سلوک میں قدم رکھتا ہے اس کا مرشد شیطان ہے۔ من لم یکن له شیخ فشیخه الشیطان

انسان تلاش کر: اپنے نفس کی اصلاح اور اللہ کریم جل شانہ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرنا پڑتی ہے۔

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کمینے کون ہے؟ فرمایا جسے اللہ تک پہنچنے کا طریقہ نہ آتا ہو اور نہ کسی سے پوچھتا ہو من لا یعرف الطریق الی الله و لا یتعرفه. (رسالہ قشیریہ ۲۴)۔

جس طرح علوم ظاہری سیکھنے کے لیے استاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح علوم باطنی سیکھنے کے لیے اور اللہ کریم کی معرفت حاصل کرنے کے لیے مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: و ابتغوا الیه الوسیلة یعنی اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ (المائدہ:۳۵)۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دونوں علوم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو سکھائے ویعلمهم الکتاب و الحکمة (البقرۃ:۱۲۹)۔

نفس بیعت قرآن مجید کی اس آیت سے صراحتاً ثابت ہے: ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم (اے محبوب جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے: الفتح:۱۰)۔

اور حدیث شریف میں ہے: عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله تعالی علیه و اله وسلم قال وحوله عصابة من اصحابه بایعونی علیٰ ان لا تشرکوا بالله شیئا و لا تشرکوا ولاتزنوا و لا تقتلوا اولادکم و لا تاتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم و لا تعصوافی معروف فمن و فی منکم اجره علی الله و من اصاب من ذلک شیئا وفعوقب فی الدنیافهو کفارة له و من اصاب من ذلک شیئا ثم ستره الله فهو الی الله ان شاء عفا عنه و ان شاء عاقبه ، فبایعناه علیٰ ذلک (مسلم:۴۴۶۱، ۴۴۶۳، بخاری:۱۸)۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب کہ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی: مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے۔ چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولادوں کو قتل نہیں کرو گے، اپنے پاس سے گھر کے کسی فرد پر بہتان نہیں باندھوئے اور نیک کاموں میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے وعدہ وفا کیا اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو ان چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہوا اور دنیا میں ہی سزا دیا گیا تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو ان چیزوں میں سے کسی کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو وہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو اس سے درگزر کرے اور اگر چاہے تو اسے سزا دے۔ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی۔

اوصاف مرشد کامل

بیعت سے پہلے مرشد کی پہچان کر لینا ضروری ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولاهم یحزنون الذین آمنوا و کانوا یتقون (یونس:۶۲، ۶۳)۔

الذین آمنوا سے معلوم ہوا کہ ولی کا عقیدہ ہمیشہ درست ہوگا اور وہ اہل سنت و جماعت ہوگا۔ اور بد عقیدہ شخص کبھی ولی نہیں ہو سکتا ہاں شعبدہ باز ضرور ہو سکتا ہے۔ اور و کانوا یتقون سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ولی متقی ہوگا۔ اور یاد رکھو کہ علم کے بغیر تقویٰ ممکن ہی نہیں۔ اور کونوا مع

الصادقین (التوبہ:۱۱۹)) سے معلوم ہوا کہ اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک بغیر انقطاع کے پہنچنا چاہیے۔ جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو۔خود نماز سے غافل ہو یا مریدوں کو نماز سے روکے ایسا شخص شیطان تو ہو سکتا ہے مگر ولی نہیں ہو سکتا۔حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

کار شیطان می کند نامش ولی   گر ولی این است لعنت بر ولی

بہر حال شروع سے آج تک تمام اہل اسلام کا صحبت وصالحین اور بیعت اولیاء اوران کے ہاتھ پر توبہ کرنے پر اتفاق اور اجماع چلا آرہا ہے۔اور طریقہ خواص وعوام تک میں متواتر جاری وساری ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابی خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال ان رئیتم العبد یعطی زھداً فی الدنیا وقلۃمنتطق فاقتربوہ فانہ یلقی الحکمۃ (شعب الایمان للبیھقی حدیث رقم. ۴۹۸۵،ابن ماجہ حدیث رقم:۴۱۰۱)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو خلاد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی بندے کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی عطا ہوئی ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ اسے حکمت دی گئی ہے۔

اس حدیث میں ایسے شخص کے پاس جا کر بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو اور کم بولتا ہو۔معلوم ہوا کہ صوفیاء کی تبلیغ زبان کی بجائے نام سے ہوا کرتی ہے اور ان سے کچھ سننے کی بجائے محض ان کی محبت میں بیٹھنا حکمت سے مالا مال کر دیتا ہے

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً (البقرہ:۲۶۹)

مرشد بننے کے لیے شرائط یہ ہیں کہ وہ صحیح العقیدہ سنی ہو،عالم ہو، باعمل ہو،اس کے مرشد نے اسے بیعت لینے کی اجازت دی ہو اور اس کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تک جڑا ہوا ہو۔یہ سب باتیں الذین آمنوا و کانوا یتقون و رو کونوا مع الصدقین سے ثابت ہیں۔ اگر کسی شخص نے ایسے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس کا عقیدہ صحیح نہیں یعنی وہ صحیح العقیدہ اہل سنت نہیں تو اس کی بیعت منعقد نہیں ہوئی،اور اگر کسی کا پیر اس کے بیعت کر لینے کے بعد بدعقیدہ ہو گیا تو مرید پر لازم ہے کہ اس سے قطع تعلق کرے۔

بیعت کی کئی اقسام ہیں۔(۱)۔بیعت اسلام یعنی اسلام قبول کرنے کی خاطر کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔(۲)۔بیعت سیاست یعنی ووٹ دینا۔ (۳)۔بیعت مقصد جیسے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان ہوئی تھی۔(۴)۔بیعت تعلق جیسے کسی عالم کی تحریک میں شامل ہو جانا یا اس کا رکنیت فارم بھر دینا یا ٹیلی فون اور خط کے ذریعے بیعت کرنا۔(۵)۔بیعت طریقت یعنی منازل سلوک طے کرنے کے لیے باقاعدہ مرید کامل کے سامنے خود کو پامال کر دینا اور اس کی صحبت میں اس وقت تک رہنا جب تک وہ خود فارغ نہ کر دے اور عام طور پر مطلق بیعت سے یہی مراد لی جاتی ہے۔(۶)۔بیعت طلب یعنی اپنے مرشد کے تمام اسباق مکمل کر لینے کے بعد اپنے مرشد کی اجازت یا حکم سے کسی دوسرے کے ساتھ کچھ عرصے کے لیے رابطہ رکھ کر مخصوص روحانی کورس کر کے اپنے مرشد کے پاس واپس آجانا۔

بیعت کر لینے کے بعد

ہماری بیان کردہ شرائط کے حامل شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد مرید کے لیے ضروری ہے کہ اپنے شیخ کی اطاعت کرے اور اپنے آپ کو اس طرح مرشد کے حوالے کر دے جیسے مردہ غاسل کے حوالے ہوتا ہے۔اسی لیے مشائخ علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ المرید کالمیت والشیخ کالغاسل یعنی مرید میت کی طرح ہے اور مرشد غسل دینے والے کی طرح۔

قصہ سیدنا موسیٰ وخضر علیہما السلام

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات اور قصے قرآن مجید میں کثرت سے موجود ہیں۔اس کے علاوہ متعدد اولیاء کرام علیہم الرضوان کے واقعات بھی قرآن میں موجود ہیں۔

اللہ کے پیاروں کے حالات وواقعات سننے سے کیفیت کھل جاتی ہیں۔قلب میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔کوئی واقعہ ایسا سامنے آجاتا ہے جو

طالبِ طریقت کی موجودہ کیفیت کے عین مطابق ہوتا ہے اور اسے اس سے لائن اور راہنمائی مل جاتی ہے۔ انہیں فضول قصے کہانیاں سمجھنا کفر ہے اور نادانی کی انتہا ہے۔ اللہ کریم نے قرآن میں متعدد بار قصہ سیدنا آدم علیہ السلام کو بیان فرمایا ہے، سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی کا قصہ، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بچپن سے لیکر بڑھاپے تک کے واقعات اور خصوصاً قصہ نارِ نمرود، سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ، سیدنا یونس علیہ السلام اور مچھلی کا قصہ، سیدنا داود علیہ السلام کا قصہ، سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قصہ، سیدنا شعیب علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور درخت کی آگ کا قصہ اور انکا فرعون کے ساتھ مقابلے کا طویل سلسلہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ۔

پھر قرآن یہ بھی فرماتا ہے کہ: **منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص** کہ بعض انبیاء کے قصے ہم نے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے نہیں کیے (مومن: ۷۸)۔

تمام قصوں سے افضل یعنی احسن القصص حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے۔ نحن نقص علیک احسن القصص (یوسف: ۳)۔

ان واقعات وقصص کو بیان کرنے کی حکمت قرآن میں یہ بیان کی گئی ہے کہ: **نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك** تا کہ ان قصوں کے ذریعے اے محبوب ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں (ہود: ۱۲۰)۔

نیز فرمایا: **في قصصهم عبرة لاولي الالباب** یعنی ان کے قصوں میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے (یوسف: ۱۱۱)۔ اسی سلسلے کی ایک مضبوط کڑی سیدنا موسیٰ وسیدنا خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ جو قرآن مجید، بخاری، مسلم اور بے شمار دیگر کتب میں منقول ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں کھڑے ہو کر خطاب فرمایا: بعد میں کسی نے پوچھا کیا آپ سے کوئی بڑا عالم اس وقت دنیا میں موجود ہے؟ آپ نے اپنی معلومات کے مطابق اظہارِ حقیقت کے طور پر فرمایا نہیں۔ اس پر اللہ کریم کی طرف سے عتاب ہوا کہ آپ نے علم کو میری طرف منسوب کیوں نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میرا بندہ خضر آپ سے زیادہ علم والا ہے جو دو دریاؤں کے سنگم کے پاس رہتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا باری تعالیٰ میں تیرے بندے تک کیسے جا سکتا ہوں؟ فرمایا: ایک مچھلی اپنے ساتھ رکھ لو۔ جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہ بندہ ادھر ہی ہوگا۔ آپ چل پڑے اور آپ کے ساتھ آپ کے خادم حضرت یوشع بن نون رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ آپ نے ایک مچھلی تھیلے میں ڈال لی۔ چلتے چلتے جب دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو دونوں نے آرام کیا۔ اس دوران مچھلی تھیلے میں تڑپی اور دریا میں کود گئی اور عجب طریقے سے پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت میں سفر کیا۔ مچھلی والا واقع نوجوان نے دیکھا تھا مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گیا۔ پھر انہوں نے سفر جاری رکھا اور دن کا باقی حصہ اور رات بھر سفر کرتے گئے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانا نکالو، اس سفر نے ہمیں بہت تھکا دیا ہے۔

جوان نے عرض کیا حضور مچھلی فلاں جگہ پر دریا میں چلی گئی تھی اور مجھے شیطان نے بھلا دیا اور میں آپ سے عرض نہیں کر سکا۔ فرمایا: وہی جگہ ہے جہاں ہم نے پہنچنا تھا۔ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس گئے۔ حتیٰ کہ دریاؤں کے سنگم کے پاس چٹان پر گئے۔ وہاں ایک آدمی کپڑا اوڑھ کر سو رہا تھا۔ آپ نے اسے سلام فرمایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ اے اللہ تیری زمین پر سلامتی کہاں ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ فرمایا بنی اسرائیل والے موسیٰ۔ فرمایا ہاں۔ آپ کو کیسے خبر کہ میں بنی اسرائیل سے ہوں۔ فرمایا جس نے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے جسے میں نہیں جانتا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے جسے آپ نہیں جانتے۔ کیسے آنا ہوا؟

فرمایا: **هل اتبعك على ان تعلمن مما علمت رشدا**، کیا میں آپ سے وہ رشد وہدایت سیکھنے کے لیے کی آپ کی پیروی کر سکتا ہوں جو آپ سکھائے گئے ہیں؟ فرمایا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھے صبر والا پائیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میرے ساتھ چلنا ہے تو پھر مجھ سے کسی بات کے بارے میں سوال نہ کرنا جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ فرمایا ٹھیک ہے۔

دونوں دریا کے کنارے کنارے چل پڑے۔ ان کے پاس سے ایک کشتی گزری، دونوں اس کشتی میں سوار ہو گئے کشتی میں بیٹھے تھے کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے بیٹھ گئی۔ اس نے دریا میں سے چونچ میں پانی لیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میرا اور آپ کا علم اللہ کے کے مقابلے پر ایسے ہے جیسے اس چڑیا نے دریا سے پانی لیا ہے۔

کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور ان سے کرایہ وصول نہیں کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آگے بڑھ کر کشتی کا ایک تختہ

توڑ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں نے آپ سے کرایہ نہیں لیا اور آپ نے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ ان کی کشتی کا تختہ توڑ ڈالا تا کہ سب لوگ ڈوب جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کریں گے؟ انہوں نے فرمایا میں بھول گیا، مجھ سے درگزر کریں۔ کشتی سے اتر کر ساحل ساحل چل رہے تھے کہ ایک لڑکا دوسرے لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سر سے پکڑا اور ہاتھ سے قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے ننھی سی جان کو بلاوجہ قتل کر دیا، آپ نے عجیب حرکت کی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اب آپ نے پہلے سے بھی زیادہ سخت بات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا گر میں آئندہ کوئی سوال کروں تو آپ مجھے جدا کر دینا۔

پھر چل پڑے۔ ایک گاؤں میں پہنچے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ انہوں نے کھانا نہیں دیا۔ انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اپنی روحانی قوت سے دیوار سیدھی کر دی۔ قال الحضر بیدہ ھکذا فاقامہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں نے ہمیں مہمان قبول نہیں کیا آپ اگر چاہتے تو ان سے اجرت وصول کر سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ اسلام نے فرمایا: اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اللہ رحم کرے موسیٰ پر، اگر وہ صبر فرماتے تو ہمیں مزید ان کی باتیں معلوم ہو جاتیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو ان باتوں کا مطلب بتا دوں جن پر آپ نے صبر نہیں کیا۔ کشتی والی بات کا پس منظر یہ تھا کہ آگے جا کر بحری ڈاکوئی کشتیاں لوٹ رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس کشتی میں عیب ڈال دوں تا کہ ڈاکو اسے ناپسند کر کے چھوڑ دیں۔ جب ڈاکوؤں سے آگے گزر گئے تو ان مسکینوں نے اپنی کشتی درست کر لی۔

لڑکے والا قصہ اس طرح ہے کہ اس لڑکے کا کفر مقدر تھا۔ مگر اس کے ماں باپ مسلمان تھے اور اس پر مہربان تھے۔ اس لڑکے نے بڑا ہو کر ماں باپ کو بھی کفر میں مبتلا کر دینا تھا۔ ہم نے چاہا کہ تیرا رب انہیں اس سے بہتر لڑکا عطا کرے جو پاک ہو اور مہربان ہو۔

دیوار والی بات اس طرح ہے کہ وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ جن کا باپ نیک تھا۔ اس دیوار کے نیچے خزانہ تھا۔ تیرے رب نے چاہا کہ وہ لڑکے جوانی کو پہنچ کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ سارے کام میں نے اپنی طرف سے نہیں کیے۔ یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر آپ نے صبر نہیں فرمایا۔

قصہ سیدنا موسیٰ وسیدنا خضر علیہما السلام کا آپ نے پڑھا۔ اس واقعہ میں بے شمار اسباق اور فوائد پوشیدہ ہیں۔

(۱)۔ حضرت خضر علیہ السلام کا اسم گرامی بلیا بن ملکان ہے، خضر کا معنی ہے سرسبز۔ جہاں بیٹھتے تھے وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو جاتی تھی اس لیے خضر کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

(۲)۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اپنے سے بڑے عالم کی نفی فرمائی۔ آپ کی یہ بات حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا سبب بنی۔ تقدیر اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے بعض اوقات ایسی کی بات سرزد کرا دیتی ہے جو بظاہر قابل عتاب ہوتی ہے مگر اس سے عنایات کا دروازہ کھلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ زمین میں اپنا خلیفہ بنائے، مگر سیدنا آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرا دیا۔ اب اگر وہ شجر ممنوعہ سے نہ کھاتے تو زمین پر کبھی نہ آتے۔ آپ کا شجر ممنوعہ سے کھا لینا ظاہراً لغزش ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ارادے کی تکمیل اسی سے ہوئی۔

(۳)۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت نہیں فرمائی تھی بلکہ ایک طالب کی حیثیت سے گئے تھے۔

(۴)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے حضرت خضر علیہ السلام تک رسائی چاہنا بتا رہا ہے کہ رہنما کی تلاش کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

(۵)۔ ان کے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلنے سے مرشد کو تلاش کرنے کا سبق ملا۔

(۶)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے خادم کو ساتھ رکھنا بتا رہا ہے کہ مریدوں کی وجہ سے حصول علم سے باز نہیں آنا چاہیے اور مریدوں کو اپنے لیے حجاب نہیں بنانا چاہیے۔ فوق کل ذی علم علیم۔

(۷)۔ خادم کے بھول جانے میں سبق یہ ہے کہ مرید غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔ انہیں ڈانٹ ڈپٹ اور سمجھانا جائز ہے لیکن اگر وہ کوئی عذر پیش کریں تو اس عذر کو قبول کرنا چاہیے۔ الکریم یقبل العذر۔ آخر کار حضرت خضر علیہ السلام کے جانے سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تلاش کرتے ہیں انہیں راستہ مل

ہی جاتا ہے۔من طلب وجد۔

(۸)۔حضرت خضر علیہ السلام کے فرمان کہ انک لن تستطیع معی صبراً سے معلوم ہوا کہ مرشد کامل اپنے طالب یا مرید سے شرائط ٹھہرا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے پاس ایک شخص بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا اپنا مال و دولت سب لٹا کر آ جاؤ۔وہ گیا اور سب کچھ اللہ کی راہ میں دے کر حاضر ہو گیا۔آپ نے فرمایا۔اب میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔اس نے کہا میں آپ سے کچھ لینے نہیں آیا تھا۔بلکہ محض بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔آپ نے اسے بیعت فرما لیا اور اس کی تربیت فرمائی۔

حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ سے بھی ان کے مرشد نے فرمایا تھا کہ اپنی بیویوں کو طلاق دے کر آ جاؤ۔آپ گھر پہنچے بیویوں نے پاؤں پکڑ لیے۔والدہ سے بھی سفارش کرائی کہ ہم انہیں اپنے حقوق معاف کرتی ہیں مگر صرف اور صرف اپنے نکاح میں رہنے دیں اور اس تعلق سے محروم نہ کریں۔آپ نے فرمایا میں مرشد سے پوچھوں گا۔مرشد کریم کے پاس حاضر ہو کر پوچھا تو انہوں نے بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی۔

(۹)۔ کان ابو هما صالحا سے معلوم ہوا کہ اللہ کریم جل شانہ صالحین کی اولاد کا لحاظ فرماتا ہے۔

(۱۰)۔یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ رزق کا اہتمام خود فرماتا ہے اور وقت سے پہلے ہی خزانے محفوظ کرا دیتا ہے۔

(۱۱)۔حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو سوراخ کیا تو فرمایا اردت ان اعیبها میں نے چاہا کشتی میں عیب ڈالوں۔جب بچے کو مارا تو فرمایا فاردنا ان یبدلهما ربهما۔ہم نے چاہا کہ بچہ بدل دیا جائے۔جب دیوار سیدھی کی تو فرمایا فاراد ربک تیرے رب نے چاہا۔تینوں مواقع پر میں نے چاہا۔ہم نے چاہا۔تیرے رب نے چاہا کے مختلف الفاظ استعمال فرمائے۔کشتی میں سوراخ کرنا عیب تھا لہٰذا اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا فاردت میں نے چاہا۔ایک بچے کو لے جانا اور دوسرا بچہ عطا کرنا عیب اور خوبی کا مجموعہ تھا لہٰذا فرمایا اردنا ہم نے چاہا۔تاکہ عیب کو اپنی طرف اور خوبی کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جائے۔دیوار سیدھی کرانا بھلائی ہی بھلائی تھی،لہٰذا اس بھلائی کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا فاراد ربک تیرے رب نے چاہا۔معلوم ہوا کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے ما فعلته عن امری لیکن بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ عیب کو اپنی طرف اور خوبی کو رب کی طرف منسوب کیا جائے۔حضرت آدم علیہ السلام نے اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا تھا۔ربنا ظلمنا انفسنا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے مگر شیطان نے اعتراف کی بجائے کہا تھا فبما اغویتنی تو نے خود مجھے گمراہ کیا ہے۔

سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کو ایاز سے محبت تھی۔دوسرے تمام وزیر اس پر حسد کا شکار تھے۔ایک روز سب نے محمود سے عرض کیا کہ آپ ایاز سے زیادہ محبت رکھتے ہیں حالانکہ ہم بھی غلامی کا حق ادا کرنے میں ہمہ وقت کوشاں ہیں۔محمود نے کہا کہ خدمت میں کمی یا زیادتی کی بات نہیں ہے۔ دراصل ایاز میں ایسی باتیں ہیں اور کچھ پراسرار ادائیں ہیں جو آپ لوگوں میں نہیں ہیں۔محمود نے ایک دن تمام وزراء کو جمع کیا اور ایک نہایت قیمتی ہیرا ان کے درمیان رکھ دیا۔ایک وزیر سے کہا اپنی تلوار سے اس ہیرے کے ٹکڑے کر دو۔اس وزیر نے اس ہیرے کی شان میں ایک لمبی چوڑی تقریر جھاڑ دی اور کہنے لگا یہ ہیرا آپ کے تاج میں سجائے جانے کے قابل ہے توڑنے کے قابل نہیں۔محمود نے اسے شاباش دی اور دوسرے وزیر سے ہیرا توڑنے کو کہا۔اس وزیر نے بھی اسی طرح کی فصیح و بلیغ تقریر سنا دی،باری باری تمام وزراء نے ہیرے کے قصیدے سنائے مگر اسے کسی نے توڑا۔آخر کار محمود نے ایاز سے کہا کہ اسے توڑ دو۔ایاز نے بے حیل و حجت آگے بڑھ کر ہیرے پر تلوار ماری اور اس کے پرخچے اڑا دیے۔پھر محمود نے پوچھا کہ تم نے اتنا قیمتی ہیرا کیوں تباہ کر دیا؟ ایاز نے دست بستہ عرض کیا حضور غلطی ہو گئی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جدا ہوئے تو جاتے وقت پوچھا اوصنی مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا: لا تطلب العلم لتحدث به واطلبه لتعمل به یعنی علم اس لیے حاصل نہ کرو کہ تقریر کرو گے بلکہ اس لیے حاصل کرو کہ عمل کر سکو (بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۵)۔

حضرت اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: وقد کان الحسن البصری رحمة الله اذا اراد ان یتکلم فی مثل هذه الاسرار الخ یعنی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب ایسے اسرار کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے جن کو سمجھنا کسی نااہل کا کام نہیں تو آپ حضرت فرقد سنجی اور حضرت مالک بن دینار اور دستیاب ہونے والے اہل ذوق کو بلا لیتے اور دروازہ بند کر کے عوام سے چھپ جاتے اور اس موضوع پر ان سے گفتگو کرنے لگتے تھے۔اگر ہر آدمی ان باتوں کا اہل ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دو علم سیکھے ہیں۔ ایک علم میں تم میں بیان کرتا ہوں اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں بیان کردوں تو میری یہ گردن کاٹ دی جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی اس آیت الله الذی خلق سبع سماوات و من الارض مثلهن یتنزل الامر بینهن (الطلاق:۱۲) کے بارے میں فرماتے ہیں اگر میں اس کی تفسیر بیان کردوں تو تم لوگ مجھے پتھروں سے مارنے لگو گے اور کہو گے یہی کافر ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''آہ! یہاں علم کے ذخائر موجود ہیں کاش مجھے کوئی سیکھنے والا ملے'' اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر تم لوگوں سے زیادہ نماز اور روزے کی وجہ سے آگے نہیں نکلا بلکہ اس چیز کی وجہ سے آگے نکل گیا ہے جو اس کے سینے میں پڑی ہے'' (رسائل ابن عربی کتاب الفناء المشاہدہ صفحہ ۳۰)۔

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یارب جوهر العلم لو ابوح به　　　لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا

لاستحل رجال مسلمون دمی　　　یرون اقبح ما یاتونه حسنا

ترجمہ: اے میرے رب! اگر میں علم کا جوہر کھول کر بیان کردوں، تو لوگ کہیں گے کہ تم بت پرست ہو اور مسلمان لوگ ہی میرا خون حلال سمجھ لیں گے، وہ اس قبیح ترین حرکت کو نیکی سمجھیں گے۔ (منہاج العابدین صفحہ ۵)۔

علماء کرام کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان دونوں قسم کے علوم میں مہارت حاصل کریں۔ اور سمجھیں کہ ان نصوص، ان احادیث اور ان بزرگوں کے اقوال سے کیا مراد ہے؟ اکثر علماء ظاہر کا علم ان چیزوں کو سمجھنے میں حجاب بنتا ہے۔ اور بعض علماء صاحب ظرف ہونے کے باوجود اپنی امامت، خطابت اور درسی مشاغل کی وجہ سے اپنے شیخ کے آستان پر رابطے میں رکھ سکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ غیر عالم حضرات علوم باطنیہ میں ان سے آگے نکل جاتے ہیں اور بعد میں یہی علماء ان پر جاہل صوفی ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ حالانکہ خود ''جاہل عالم'' ہوتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جاہل عالم وہ ہوتا ہے کہ عالم اللسان و جاهل القلب جو زبان کا عالم ہو اور قلب کا جاہل ہو۔

جاہل نے کتاب پڑھی ہی نہیں تو اپنا علم قربان کیسے کرے گا؟ لہٰذا یہ فرمان صرف علماء کے لیے ہے کہ:

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　　روئے دل را جانب دلدار کن

اذکار و مراقبات کے ذریعے منازل سلوک طے کرنا اور فنا و رضا کی باریکیوں کو سمجھنا علماء کرام کو ہی زیادہ زیب دیتا ہے۔

سیدنا قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: الناس اربعة رجال : رجل لا لسان له و لا قلب الخ یعنی لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ اول جن کے پاس نہ زبان ہے نہ دل، غافل محض۔ ایسوں کو دعوت دو۔ دوم جن کے پاس زبان ہے دل نہیں، بے عمل علماء۔ ایسے منافقوں سے اللہ کی پناہ۔ سوم جن کے پاس دل ہے زبان نہیں، عزلت نشین، خاموش، اپنے عیوب پر نظر رکھنے والے۔ ایسوں کی ہم نشینی فائدہ دیتی ہے۔ چہارم جنہیں عالم ملکوت میں عزت اور بزرگی حاصل ہے، خدائی اسرار و علوم کے امین، اصلاح خلق پر مامور، انبیاء علیہم السلام کے جانشین، انسانیت کے جوہر خاص اور انبیاء کے بعد سب سے بڑے مرتبے پر فائز۔ ان کی مخالفت مت کرو (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۳۳ کا حاصل)

آداب مریدی

(۱)۔ اپنے مرشد سے بے پناہ محبت رکھیں۔ طریقت کا دارومدار مرشد کی محبت پر ہے۔ اپنی شمع کا پروانہ بنیں اور یہ یقین رکھیں کہ اگر جان بھی اس کی راہ میں چلی جائے تو خسارے کا سودا نہیں۔

(۲) اپنے مرشد کریم کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ سے کوئی لالچ نہ رکھیں، نہ کسی کا بتایا ہوا وظیفہ کریں اور نہ اپنے مرشد سے بڑا بزرگ اس دنیا میں کسی کو سمجھیں البتہ ادب سب کا کریں اور اگر کہیں سے فیض ملے تو اسے اپنے ہی مرشد کا فیض سمجھیں۔ (۳)۔ جو مرشد کریم کہیں وہ کریں جو مرشد کریم خود کریں اس پر عمل نہ کریں۔ بعض اوقات مرشد اپنے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے ایسا کام کرتا ہے جس کا کرنا مرید کے لیے زہر قاتل ہے۔ (۴) مرشد کریم کے پاس ادب سے بیٹھیں آپس میں پیر بھائی مرشد کریم کی موجودگی میں باتیں نہ کریں۔ (۵)۔ مرشد کریم کے سامنے وظیفہ نہ کریں نہ ہی غیر مسنون نوافل پڑھیں بلکہ یہ وقت مرشد کریم کی صورت کو دیکھتے رہنے میں گزاریں، مرشد کریم کی محبت کو غنیمت جانیں۔ (۶)۔ مرشد کریم کے بیٹھنے کی

جگہ کی طرف پاؤں نہ پھیلائیں خواہ مرشد کریم موجود نہ ہوں، نہ ہی اس طرف تھوکیں، مرشد کریم کے جسم پر مرید کا سایہ نہ پڑے، مرشد کریم کا باتھ روم استعمال نہ کریں۔(۷)۔مرشد کریم کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنے فہم کا قصور سمجھیں اور قصہ سیدنا موسیٰ خضر علیہما السلام کو یاد کر لیں، مرشد کریم پر کبھی اعتراض نہ کریں خواہ مرشد کریم کا کوئی کام بظاہر غلط معلوم ہوتا ہو، مرشد کریم کی خطا مرید کی نیکی سے بہتر ہے۔(۸)۔اپنے مرشد کریم کی تعلیمات پیر بھائیوں تک پہنچائیں، مگر ان کی سمجھ سے بالاتر بات نہ کریں۔(۹)۔اپنا حال (خواب ومراقب وغیرہ) اپنے مرشد کریم سے عرض کریں۔(۱۰)۔ اپنے مرشد کریم سے خواہ مخواہ سوال نہ کریں البتہ اگر مرشد کریم سوالات کرنے کی اجازت دیں تو کوئی حرج نہیں، لمبا کلام نہ کریں، دھیمی آواز میں بات کریں، طریقت کی راہ پر استقامت اختیار کریں خواہ کچھ ملے یا نہ ملے، مرشد کریم، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور اللہ کریم جل شانہ کا در نہ چھوڑیں۔(۱۱)۔اگر مرشد کریم ناراض ہو جائیں تو انہیں راضی کیے بغیر مرید کو چین نہ آئے اور معافی کا طلب گار ہو، خواہ ناراضگی کا سبب مرید کے نزدیک معقول نہ ہو۔

مرید کے لیے ضروری ہے کہ مرشد کامل کے مذکورہ اوصاف کی کسوٹی پر اسے پرکھ لینے کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اب بیعت کر لینے کے بعد گویا اسے ایک نئی زندگی ملی۔اب اس نے طریقت کا احرام باندھ لیا اور اپنے مرشد کے لباس طریقت میں ملبوس ہو گیا۔بیعت کا لفظی معنی ہے" بک جانا" جو بک جاتا ہے وہ جھک جاتا ہے۔اے عزیز! اگر تم امیر و بادشاہ ہو تو پھر کیا ہوا؟ یہاں تو ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ جیسے شہزادے اپنے محلات کو چھوڑ کر جنگل رسید ہوئے، اگر آپ سید ہو تو ماشاءاللہ مگر یہاں تو حضرت بلھے شاہ علیہ الرحمہ جیسے ایک آرائیں کے سامنے گھنگرو باندھ چکے۔اگر آپ گیلانی ہو تو ہم نے احترام کیا مگر یہاں تو خود حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ العزیز ۲۵ سال تک عراق کے جنگلوں میں چلہ کش رہے۔اگر آپ کسی ولی کامل کی اولاد سے ہو اور پرانی گدی کے خانوادے سے تعلق ہے تو بارک اللہ مگر ایسے ہی لوگوں کو پدرم سلطان بود کا طعنہ دیا جا چکا ہے۔اور اگر آپ عالم ہو تو اللهم زد فزد مگر یہاں تو امام غزالی جیسے کہہ گئے کہ ضايعت عمري في تصنيف البسيط و الوجيز یعنی میں نے اپنی عمر بسیط اور وجیز کتابوں کی تصنیف میں ضائع کر دی۔

حدیث شریف میں ہے کہ: ان ابا هريرة رضي الله عنه قال قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حين انزل الله عز وجل (وانذر عشيرتک الاقربين) قال يا معشر قريش او كلمة نحوها اشتروا انفسكم لا اغني عنكم من الله شيئا يا بني عبد مناف لا اغني عنكم من الله شيئا يا عباس بن عبد المطلب لا اغني عنک من الله شيئا ويا صفية عمة رسول الله لا اغني عنک من الله شيئا ويا فاطمة بنت محمد سليني ما شئت من مالي لا اغني عنک من الله شيئا. (بخاری:۲۷۵۳)۔

اے عزیز! اگر راہ سلوک میں کامیابی چاہتے ہو تو اس قسم کی تمام خوش فہمیاں دل سے نکال دو اور عجز و نیاز کا سراپا بن کر خود کو مرشد کے سامنے پامال کر دو:

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ان العلماء ورثة الانبياء یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں (ترمذی:۲۶۸۲)۔اور فرمایا: العالم في قومه كالنبي في امته یعنی عالم اپنی قوم میں ایسے ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۵۵)۔

مشائخ علیہم الرحمہ فرماتے ہیں: المريد كالميت والشيخ كالغاسل مرید مردے کی طرح ہوتا ہے اور مرشد غسل دینے والے کی طرح ہوتا ہے۔اور مشائخ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: المريد لا يريد یعنی مرید کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔

اے عزیز! اگر کوئی بات تیری سمجھ سے باہر گیا ہو تو اپنے شیخ پر اعتراض نہ کر اور اپنے فہم کا تصور سمجھ اور سیدنا موسیٰ خضر علیہ السلام کے قصہ کو یاد کر۔

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو   ہم چوں موسیٰ زیر حکم خضر رو

چوں تو ذات پیر را کردی قبول   ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

صبر کن در کار خضر اے بے نفاق   تا نگوید خضر رو ہذا فراق

اے عزیز اپنے شیخ کی محبت کو اپنی دایا بنا، صورت کو اپنا بدل بنا، محبت کو اپنی روح بنا اطاعت کو اطيعوا الله والرسول و اولي ال

امو منکم کا نچوڑ سمجھ اور خدمت کو نجات کی کشتی بنا کر عشق کے سمندر سے پار گزر جا۔ اور نہیں تو بیعت رضوان سے سبق سیکھ یعنی یا کامیابی یا پھر موت اور حضرت طارق بن زیاد علیہ الرحمہ نے بھی کشتیاں جلا کر یہی سبق چھوڑا ہے کہ اب واپسی کے راستے بند ہو چکے۔

ہمت بلند

اللہ کریم جل شانہ فرماتا ہے: فاستقم کما امرت یعنی اے محبوب! جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو حکم ملتا ہے پس اس پر استقامت اختیار کرو (ھود:۱۱۲)۔

حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اسی آیت کے بارے میں فرمایا: شیبتنی ھود و امثالھا یعنی مجھے سورۃ ھود اور اس جیسی دوسری آیتوں نے بوڑھا کر دیا ہے (ترمذی:۳۲۹۷)۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا: قل آمنت باللہ ثم استقم کہہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر استقامت اختیار کر یعنی ڈٹ جا (مسلم:۱۵۹، ترمذی:۲۴۱۰، ابن ماجہ:۳۹۷۲)۔

اللہ کریم فرماتا ہے: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیکم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر استقامت اختیار کی، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ مت ڈرو اور غم نہ کرو اور جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (فصلت:۳۰)

طالب کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ہمت بلند ہو:

ہمت بلند باید عشاق مست ے را　　　　مرد خسیس ہمت در عاشقاں نہ گنجد

اور جو ہمت باندھ لیتے ہیں ان کے سامنے نہ ان کے آبا و اجداد رکاوٹ ڈال سکتے ہیں نہ اولادیں، نہ ان کے مال و متاع حجاب بن سکتے ہیں اور نہ جان و ایمان۔ پھر وہ جدھر کو رخ کرتے ہیں راستے کے پتھر و پہاڑ بھی موم بنتے چلے جاتے ہیں۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد　　　　اگر خارے بود گلدستہ گردد

طالب کا معنی ہے طلب کرنے والا۔ اللہ کے طالب پر لازم ہے کہ اپنی طلب میں صدق اور شدت پیدا کرے۔ طلب کا طوفان طالب صادق کو بہت جلد منزل آشنا کر دیتا ہے۔ اپنے مرشد کے پاس طویل عرصہ رہنے کو تیار ہو جاتا، یا پھر بار بار مرشد خانے پر حاضری دینا اور سفر کی صعوبتیں اور اخراجات برداشت کرنا طلب کو ظاہر کرتا ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اپنی سوچ پر اپنے محبوب کے علاوہ کسی دوسری چیز کو غالب نہ آنے دے، جس طرح کسی قلعہ کو فتح کرنے کے لیے اس قلعے کے اندر جانے والی سپلائی اور کمک کو بند کر دینا جنگی حکمت عملی کا اہم حصہ ہوتا ہے، اسی طرح نفس کے قلعے میں جانے والے بیرونی خیالات، آوازوں اور نظاروں کا راستہ بند کر دینا بھی ضروری ہے۔

حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: حبک الشئی یعمی ویصم یعنی کسی چیز کی محبت تجھے اندھا بھی کر دے گی اور بہرہ بھی (ابوداود:۵۱۳۰، مسند احمد:۲۱۷۵۱)۔ اور فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترک مالا یعنیہ یعنی کی آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو ترک کر دے جس سے اس کا تعلق نہیں (موطا امام مالک، کتاب حسن خلق:۳، ابن ماجہ:۳۹۷۲، ترمذی:۲۳۱۷، ۲۳۱۸، مسند احمد:۱۷۲۲)۔

ذکر کے دوران دروازے بند کر دینا، شمع بجھا دینا اور آنکھیں بند کر لینا یہ سب کام اسی لیے ہوتے ہیں تا کہ حواس خمسہ بیرونی اطلاعات سے منقطع ہو کر اپنے محبوب کی طلب میں یکسو ہو جائیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا کیا یہاں کوئی اہل کتاب ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ ہاتھ اٹھاؤ اور سب کہو لا الہ الا اللہ صحابہ کرام نے ہاتھ اٹھائے اور کہا لا الہ الا اللہ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! تو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اسی کو آگے پہنچانے کا حکم دیا ہے اور مجھ سے اس پر جنت کا وعدہ کیا ہے۔ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا تم سب کو بخشش کی خوشخبری ہو(مسند احمد:۱۷۱۲۶)۔

بعض مشائخ یہ شغل بھی تجویز فرماتے ہیں کہ طالب آلتی پالتی مار کر بیٹھے اور کمر کو سیدھا کرلے پھر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے اپنے دونوں کان بند کرلے، پھر شہادت کی دونوں انگلیاں دونوں آنکھوں پر رکھ لے، پھر درمیان کی دونوں انگلیاں اپنی ناک کے دونوں نتھنوں پر رکھ کر ناک کو بند کردے، پھر آخری دو انگلیاں یعنی چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی سے اپنے دونوں ہونٹ بند کرنے اور جتنی دیر تک ہو سکے اپنی سانس کو روک کر بیٹھا رہے۔

اس طرح اس کے پانچوں حواس یعنی حواس خمسہ معطل ہو جائیں گے، بیرونی اطلاعات کی آمد رک جائے گی حتیٰ کہ سانس بھی رک جائے گی جو وقتی طور پر موت کے قائم مقام ہے۔اب اندرونی قوتیں اور صلاحیتیں بیدار ہوں گی۔

یہاں تک اس بات کی اچھی طرح وضاحت ہوگئی کہ طالب اپنے محبوب کی طلب میں یکسو ہونے کیلئے کسی حد تک غیر سے انقطاع حاصل کرے تاکہ محبوب کی طرف تبتل میسر آئے۔طالب اپنے شیخ کے پاس بیٹھے تو اس کی طرف مکمل فریفتہ ہو کر بیٹھے اور اس توجہ کے ساتھ بیٹھے کہ مرشد کی نگاہ کرم سے فیض وصول کرنے کے لیے اس کے من کی کھڑکی بے تاب ہو۔مرشد کے توجہ کرنے سے زیادہ مرید کا توجہ کو قبول کرنے کے لیے مستعد ہونا ضروری ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم ترسم کہ نگاہ کند آگاہ نباشم

اس کی مثال ایسے ہے جیسے تاروں میں بجلی موجود ہوتی ہے مگر جب تک بٹن نہ دبایا جائے بلب روشن نہیں ہو سکتا۔طالب یوں سمجھے کہ فیض می آید از قلب مرشد در قلب من یعنی میرے مرشد کے قلب سے فیض آرہا ہے اور میرے قلب میں اتر رہا ہے۔

اسم ذات اور تصور شیخ

اے عزیز! اگر تجھے انصاف اور عقل سلیم سے کچھ حصہ ملا ہے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تک پہنچنے کے لیے اسم ذات کا تصور یا اپنے شیخ کا تصور مقصود بغیرہ کے طور پر واجب ہے۔مالا یدرک الواجب الا بہ فھو واجب خصوصاً جس نے منازل سلوک طے کی ہوں اور انسان کامل کی مذکورہ بالا صفات سے متصف ہوا سے کامل طور پر مظہر صفات خداوندی سمجھتے ہوئے اس کا تصور کرنا اپنی ہستی موہوم کی نفی کا بہترین راستہ ہے اور وصل کی بے مثال کھڑکی ہے۔یہاں اپنے علم کے حجاب سے نکل اور بے شک اپنے کسی پرانے پیر بھائی سے راہنمائی حاصل کر خواہ وہ ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو اور پھر اس پر ڈٹ جا۔

اپنے اندر جھانک

اے عزیز! تیرا محبوب نہ تجھے آسمانوں میں ملے گا نہ کعبہ و مسجد میں ملے گا، نہ کائنات کے کسی بھی حصے میں ملے گا، اگر ملے گا تو خود تیرے اپنے ہی اندر ملے گا۔اللہ کریم فرماتا ہے:

سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق یعنی ہم جلد ہی انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں دکھائیں گے اور ان کی اپنی جانوں میں حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ یہی ہے(فصلت:۵۳)۔اور فرماتا ہے:وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی اس کی نشانیاں تمہاری جانوں میں موجود ہیں کیا تم دیکھتے نہیں(الذاریات:۲۱)۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔فرماتا ہے:ونفخت فیہ من روحی(الحجر:۲۹)۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔حدیث شریف میں ہے:اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق آدم علی صورتہ جب تم اپنے کسی بھائی سے لڑ پڑو تو اسے منہ پر مت مارو، بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے (مسلم حدیث:۶۶۵۵)۔

اللہ کریم نے انسان کو اپنی صفات سے نوازا۔فرماتا ہے:فجعلناہ سمیعاً بصیراً یعنی ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا(الدھر:۲)۔

انسان کے وجود میں اپنی نشانیاں رکھ دیں، جیسا کہ پیچھے آیتیں گزر چکی ہیں۔انسان کو اپنا راز بنایا۔صوفیا علیہم الرضوان نے حدیث قدسی نقل

فرمائی ہے 'الانسان سری واما سرہ یعنی انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

اپنے مقربین کے بارے میں حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا و مایزال عبدیتقرب الیٰ بالنوافل حتیٰ احبته، فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سالنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه (بخاری حدیث رقم: ۶۵۰۲)

ترجمہ: میرا بندہ میرے قریب سب سے زیادہ اس چیز کے ذریعے ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب آتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں وہ اس سے سنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں وہ اس سے دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں وہ اس سے پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں وہ اس سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔

ولیوں کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ: عن اسماء بنت یزید رضی الله تعالیٰ عنها انهاسمعت رسول الله یقول الا انبئکم بخیارکم قالوا بلیٰ یا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم قال خیارکم الذین اذا راوا ذکر الله (ابن ماجہ: ۴۱۱۹، مسند احمد: ۲۷۶۰۷)۔

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کیا میں تمہیں بتاؤں تم میں بہترین کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرمایا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مختلف سلاسل اور طرق، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں، جیسے ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہوں، جن میں سے ہر انگلی ہتھیلی کی طرف جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک انگلی پر تھوڑا سا سفر کر کے اس انگلی کو چھوڑ کر دوسری انگلی پکڑ لے، پھر اس پر تھوڑا سفر کر کے تیسری انگلی پکڑ لے تو اس کا یہ سارا وقت محض رائیگاں ہوا۔ اگر وہ ایک ہی انگلی پر چلتا جائے تو ہتھیلی کے میدان میں کی جائے گا۔ بالکل یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو شیخ طریقت بدلتے رہتے ہیں۔ اسی لیے مشائخ فرماتے ہیں کہ سلوک میں اپنے مرشد کے ساتھ دوسرے کو شریک نہ کرو فهذا سبب منع الاشیاخ مریدهم ان یشرک معهم فی السلوک غیرهم (الیواقیت والجواہر جلد ا صفحہ ۸۰)۔

اپنے ذاتی اسباق اور وظائف کی پابندی اپنے مرشد کریم کی طرف سے ملنے والے ہر سبق کی پابندی کرنی چاہیے۔ تمام اذکار و مراقبات کو مکمل کیے بغیر دم نہیں لینا چاہیے۔ فقیر پر لازم ہے کہ مہمان، بیوی بچے، کوئی بھی مصروفیت حتیٰ کہ بیماری بھی اس کے معمولات میں خلل انداز نہ ہوسکے۔ ہاں اگر خدانخواستہ بالکل ہی بس میں نہ رہے مثلاً بے ہوشی وغیرہ ہو جائے تو یہ ایک الگ چیز ہے۔

’’الحقیقہ‘‘ کا ’’تحفظ ختم نبوت نمبر‘‘ کیسے سامنے آیا!

پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری مدظلہ العالی
’’مدیر اعلیٰ الحقیقہ‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔۔۔۔ "الحقیقہ" کا "تحفظ ختم نبوت نمبر۔۔۔۔۔۔ "الحمدللہ علی احسانہ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز ہیچ مدان سے عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے ماہ نامہ "الحقیقہ" کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" جیسا اہم کام لیا ہے۔۔۔ مجھے اگر کسی علمی وتحقیقی کام پر ناز ہے اور میرے لئے کوئی اعزاز ہے تو بس وہ یہ "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ ان شاء اللہ کل قیامت میں بھی اپنے آقا ومولا خاتم الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نظر التفات کی اگر کوئی امید ہے تو بس یہی "تحفظ ختم نبوت نمبر" ہے۔ امید واثق ہے کہ میرے سرکار ابد قرار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آسی کی ضرور لاج رکھیں گے، ان شاء اللہ۔۔۔۔۔۔

الحمدللہ، فقیر نے مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل حسن ابدال کے ایک دور افتادہ علاقے برھان شریف میں بیٹھ کر یہ عظیم وضخیم نمبر ترتیب دیا ہے جہاں کتابوں کا ملنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔۔۔۔۔۔ اللہ اللہ، فقیر ان یادگار لمحات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب ایک دن اچانک مفکر اسلام محسن ملت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سخت علالت میں مجھے راولپنڈی بلایا اور اہل سنت کی زبوں حالی پر خود اور فقیر کو بھی خوب رولایا۔ روتے روتے آپ نے فقیر سے فرمایا. شاہ جی! میں گیا اب تمہارا وقت آیا، ابھی تک اہل سنت کی تاریخ مرتب کرنے کا خیال کسی کو نہ آیا!!۔۔۔ رات گئے فقیر نے رخصت لی اور گھر چلا آیا۔ صبح موبائل پر یہ اعلان آیا کہ حضرت آسی نے سفر آخرت فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون فقیر کی زبان پر آیا۔۔۔۔۔ بندہ کو اس وقت اس آخری ملاقات کا راز سمجھ میں آیا۔۔۔۔۔۔ چونکہ حضرت آسی کافی پریشان تھے کہ الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت نمبر ابھی تک سامنے کیوں نہ آیا۔۔۔ آپ کی نورانی بصیرت نے اپنا کام کر دکھایا۔ آپ کے بھانجے اور جانشین صاحب زادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فوراً مجھے الحقیقہ کا مدیر اعلیٰ بنایا۔۔ معذرت پیش کی لیکن صاحب زادہ صاحب نے فرمایا کہ نہیں آپ ہی مدیر اعلیٰ ہیں کیونکہ حضرت آسی نے خود فرمایا۔ تب مجھے دوبارہ خیال آیا اور حضرت سے آخری ملاقات کا عقدہ بھی سامنے آیا۔۔۔۔۔ حضرت آسی رحمۃ اللہ علیہ کی شدید خواہش تھی کہ الحقیقہ کا ایک ضخیم نمبر شائع ہو کر سامنے آئے چنانچہ فقیر نے ہامی بھر لی اور صاحب زادہ سے گزارش کی ، صاحب زادہ صاحب! فقیر کے مہربان اور قدردان اور آپ کے پیرومرشد اور ماموں مفکر اسلام محسن ملت حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کرنے چلا ہوں آپ صرف احسن انداز میں اس کام کو شائع کرنے والے بنیں ، آپ نے فرمایا، شاہ جی! یہ میرے لئے اعزاز اور سعادت ہو گی کہ آپ ختم نبوت کے حوالے سے کام کریں اور میں الحقیقہ کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" کے نام سے اسے کتابی صورت میں شائع کروں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رحمت حق بہانہ می جوید ناچیز نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اپنے پیارے آقا ومولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجا اور الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کے لیے کام شروع کر دیا۔ ایک گشتی مراسلہ تیار کیا، مختلف اہل علم وقلم کو بھیجوایا رسائل میں شائع کروایا۔۔ اس موقع پر بھی حسب روایت قدرت نے میری دستگیری فرمائی۔ عزیزی ظفر محمود قریشی جیسے فعال نوجوان کو میرا معاون بنایا۔ انھوں نے مجھے موٹر سائیکل پر بٹھایا، پھر اسے خوب دوڑایا، مختلف اہل علم وقلم سے ملوایا۔ شروع شروع میں تو کوئی مثبت نتیجہ سامنے آیا۔ بعض علماء ومشائخ کی نازک مزاجی ہمارے آڑے آئی، کسی نے ہمیں اپنی بات سنائی، کئی علماء ومشائخ تو اتنی بلندیوں پر فائز نظر آئے کہ ہم انھیں دیکھتے رہ گئے، ان تک نہ ہو سکی ہماری رسائی۔ بہت سارے علماء ومشائخ نے سرد مہری دکھائی، کسی نے کہا تم نے یہ موضوع کیوں اٹھایا، کسی نے کہا کہ یہاں تو کوئی قادیانی نہیں آیا۔۔۔ کسی نے کہا کہ اس پر تو۔۔۔۔ بہت کچھ سامنے آیا کسی نے کہا کہ ہمارے پاس اتنا وقت کہاں سے آئے۔ بھانت بھانت کی بولیاں اور

رنگ برنگی ٹولیاں ہماری استقامت کے آگے نہ ٹھہر سکیں۔ ہم نے دائیں بائیں نہ دیکھا کسی کی بھی باتوں پر ہم نے کوئی کان نہ دھرا اور آگے بڑھتے گئے۔ موٹر سائکل، خطوط اور موبائل کو بھی عمل میں لایا۔ الحمد للہ، مضامین ومقالات آنا شروع ہو گئے، مضامین ومقالات آتے گئے۔ فقیر ان کی نوک پلک درست کرتا گیا۔ عنوانات دیتا گیا اور عزیزی ظفر محمود قریشی کے حوالے کرتا گیا۔ انھوں نے نہایت محبت ومحنت سے ہر مقالے کی کمپوزنگ کی، سیٹنگ کی۔ پھر فقیر نے ابواب بندی کے تحت سلک مروارید کی طرح تمام مقالات ومضامین کو ترتیب دی اور اداریہ لکھا۔۔۔ کمپوزنگ کے حوالے سے ظفر محمود قریشی نے مجھے کبھی فکر مند نہ ہونے دیا۔

الحقیقہ کے تحفظ ختم نبوت نمبر کی فی الحال دو جلدیں شائع ہو کر سامنے آئی ہیں۔ پہلی جلد 2012ء میں اور دوسری جلد 2019ء میں شائع ہو کر سامنے آئی۔ تیسری جلد تکمیل کے مراحل میں داخل ہو چکی ہے۔ چوتھی پر کام جاری ہے۔۔۔ ہمارے بعض مہربان تعاون کا بہت یقین دلاتے رہتے ہیں لیکن وقت آنے پر ہمارے کام نہیں آتے۔۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلی جلد جب شائع ہو کر سامنے آئی اور اسلام آباد میں اس کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی تو اس موقع پر ہمارے مہربان سابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب صاحب نے فرمایا تھا کہ اس پہلی جلد میں کافی اغلاط رہ گئی ہیں ان شاء اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی دوسری جلد کی پروف ریڈنگ کراچی میں المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کے تحت خود کراؤں گا۔۔۔ چنانچہ جب دوسری جلد تیار ہوئی تو رانا محمد آفتاب احمد صاحب نے دوسری جلد پروف ریڈنگ کے لئے حاجی حنیف طیب صاحب کو کراچی ارسال فرمائی، تین چار ماہ گزر گئے کسی نے بھی اس جلد کو ہاتھ تک نہ لگایا۔۔۔ مجبوراً یہ جلد واپس منگوائی گئی اور اس کی پروف ریڈنگ فقیر نے اپنے مہربان مولانا حافظ فرمان علی زید مجدہ مدرس جامعہ محمدیہ غوثیہ فیض القرآن کامرہ کینٹ کے حوالے کی انہوں نے مصروفیت کے باوجود رات دن ایک کر کے اس کی پروف ریڈنگ فرمائی۔۔۔۔۔۔ صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے زر کثیر لا کر "شیران اسلام پاکستان" کے زیر اہتمام الحقیقہ کے "تحفظ ختم نبوت نمبر" کی دونوں جلدیں شائع فرمائیں۔

المختصر الحقیقہ کا تحفظ ختم نبوت نمبر ہم سب کے لئے ایک اعزاز ہے، ایک سعادت ہے۔ یہ عظیم وضخیم نمبر برہان شریف میں ترتیب پایا، ظفر محمود قریشی نے واہ کینٹ میں کمپوز کرایا اور صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اسے "شیران اسلام پاکستان" کے تحت کاغذی پیرہن پہنایا۔۔۔۔۔۔ تب یہ تحفظ ختم نبوت نمبر دنیا کے سامنے آیا۔۔۔۔ ملت اسلامیہ کے علماء ومشائخ کی خدمت میں التجا ہے کہ وہ اپنے مریدین کو تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت سے آگاہ فرمائیں۔ اس نمبر کو اپنے حلقہ احباب میں پھیلائیں۔۔۔۔۔۔۔ ہاں ہاں، اللہ کے بندو! بیدار ہو جاؤ! اٹھو اور آگے بڑھو! عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔۔۔ تحفظ ختم نبوت نمبر کی ان دونوں جلدوں میں ختم نبوت کی تاریخ اور تحریک محفوظ کر دی گئی ہے لہذا یہ دونوں جلدیں خود خریدو اور دوسروں کو بھی خریدنے کی دعوت دو، خود بھی پڑھو اور دوسروں کو بھی پڑھاؤ۔ یہ عظیم وضخیم نمبر ہر لائبریری بلکہ ہر گھر میں پہنچنا ضروری ہے۔ اس کے حصول کے لیے 03335712129 / 03007123402 پر رابطہ فرمائیں۔۔۔۔۔۔۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے::: سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحبزادہ محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور شیران اسلام پاکستان کی پوری جماعت بالخصوص ظفر محمود قریشی، حافظ محمد اظہر نعیم، حاجی عبدالرزاق، الحاج شوکت علی شوہر، ممنون احمد آسوی، رانا محمد آفتاب احمد اور حافظ محمد نعیم آسوی اور دیگر احباب جن کی تگ وتاز سے اس کی اشاعت عمل میں آئی، یہ سب ساری دنیائے اہل سنت کی جانب سے مبارک باد اور ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس نمبر کے تمام معاونین وقارئین کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، دنیا کی آفات وبلیات سے محفوظ فرمائے اور آخرت میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وذریتہ واولیاامتہ وعلماملتہ اجمعین۔۔۔۔۔۔

دعا گو ودعا جو::: احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ "مدیر اعلیٰ الحقیقہ۔۔"۔۔ (خلیفہ مجاز بریلی شریف) ۔۔ ادارہ فروغ افکار رضا ختم نبوت اکیڈمی برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 43710 (22 / مارچ 2020ء بروز اتوار بوقت 12:05 دن)

فکر وشعور کی پسماندگی اور اس کا نتیجہ

(محمد سلیم مجدی)

حضرت انسان حیوان ناطق سے مرکب ہے اس لئے جہاں اس میں حواس خمسہ اور متحرک بالا ارادہ کی طاقت وقوت پائی جاتی ہے کہ جس کے توسط سے وہ دیکھتا، چکھتا اور سونگھتا محسوس کرتا ہے نیز اپنی بساط بھر جہاں کہیں چاہتا ہے آتا جاتا ہے وہیں اس میں تفکر وتدبر کا ملکہ بھی موجود ہے جس میں ذریعہ وہ خیالات وتصورات افکار ونظریات کی وادیوں میں صحرا پیمائی کرتا رہتا ہے۔

انسان کو چاہئے بھی کہ وہ اپنے خانگی معاشرتی معاشی ثقافتی اور دیگر امور زندگی کو خوشگوار وسعید بنانے کے لیے تفکر وتدبر کی راہ اپنائے اور ہر معاملے میں غور وفکر کے اپنے فوائد ونقصانات کو اجاگر کرے کیوں کہ آج کوئی آدمی اس دنیا میں بے فکر ہو کر خوشگوار زندگی گزارنے کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے یہ دنیا جہاں اچھائیوں اور خوبیوں کا سرچشمہ ومنبع ہے وہیں برائیوں اور خرابیوں کا بھی مخزن ہے اس دنیا میں کانٹوں کے باوجود پھولوں تک اپنا ہاتھ پہنچانا ہوتا ہے یہاں بیماریوں کے بے شمار جراثیم کے باوجود اپنے آپ کو تندرست اور صحت مند بنانا پڑتا ہے اسی طرح اس دنیا میں آدمی کو یہ کرنا ہے کہ وہ ناموافق حالات کو دیکھ کر مایوس نہ ہو اور نہ شکایت واحتجاج میں اپنا وقت ضائع کرے وہ ان حقائق کی موافقت کر کے جئے جن کو وہ بدل نہیں سکتا وہ راستے کے ان پتھروں سے کترا کر نکل جائے جو اس کے سفر میں حائل رہے ہیں لوگوں کی مخالفانہ باتوں پر مشتعل ہونے کی بجائے وہ تدبیری حکمت کے ذریعے ان سے نپٹنے کی کوشش کرے کیونکہ اس انسانی سماج مختلف المزاج انسانوں کا مجموعہ ہے اس کے اندر طرح طرح کے لوگ ہیں ان کے مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں مختلف اسباب وعلل سے ایک دوسرے کے بیچ میں ناخوشگواریاں پیدا ہوتیہیں یہ اونچ نیچ اور یہ فرق سماجی زندگی میں ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا کسی حال میں اسے ختم نہیں کیا جا سکتا

البتہ کوئی آدمی جب کسی معاملہ میں غور وفکر کر کے اس مفید نتائج تک رسائی حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ حقیقت ضرور مد نگاہ رکھنی ہوگی کہ انسان کے حالات بظاہر کتنے ہی غیر موافق ہوں اس کے اندر موافق پہلو بھی رہتا ہے ایک شخص جو گہری نظر رکھتا ہو وہ زیادہ دور تک اور گہرائی میں جا کر دیکھے گا اور ناموافق پہلو کے ساتھ موافق پہلو کی دریافت میں کامیاب ہو جائے گا مگر جو شخص چیزوں کو صرف ظاہری طور پر دیکھنے کی نگاہ رکھتا ہو وہ سطحی چیزوں کو دیکھے گا اور بلاشبہ زیادہ گہرے پہلوؤں کو دیکھنے میں وہ ناکام رہے گا۔

پھر یہ ناکام شخص خیالات واوہام کا شکار ہو کر ظن وگمان کی وادیوں میں گھستا اور پھنستا چلا جائے گا جس سے قرآن حکیم سختی کے ساتھ روکتا ہے ترجمہ اے ایمان والو زیادہ وہم وگمان سے پرہیز کرو کہ کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں۔
ترجمہ اور ان میں سے اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر بے شک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا ہے بے شک اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے۔ (سورہ

یونس:۳۶)
بلکہ اسلام کا تو نظریہ یہ ہے کہ جب تک تم کو تحقیق وتدقیق اور وثوق ویقین کے ساتھ کسی کے متعلق کسی بات کا علم نہ ہو اس وقت تک بہتر ہی گمان رکھو کیونکہ حدیث نبوی ہے:
مومنوں کے بارے میں نیک گمان رکھو کیونکہ کسی کے متعلق بدگمانی ہو جانے کے بعد اس کی ہر جائز مستحسن سرگرمی بھی مشکوک نظر آنے لگتی ہے۔
ایک شخص دوسرے شخص سے کسی طرح بدگمان ہو جاتا ہے اور انکشاف حقیقت کے بعد اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کے متعلق جناب عطا عابدی صاحب نے ایک میں تمثیلی واقعہ تخلیق کیا ہے جو نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے موصوف کے شکریہ کے ساتھ یہاں معرض نگارش میں لایا جاتا ہے۔اختر دسویں درجہ میں پڑھتا تھا خالد اس کا ہم جماعت تھا اور اس کے محلے میں رہتا تھا ایک دن کی بات ہے اسکول میں حساب کی گھنٹی میں اختر اپنے بستے سے پنسل نکالنے لگا لیکن اسے سخت حیرانی ہوئی کہ وہاں پنسل تھی ہی نہیں اختر پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا آخر اس کے بستے سے کس نے پنسل نکالی اس نے مجبوراً پنسل کا کام قلم سے کیا حالانکہ اس کے لئے استاد کی سرزنش بھی سہنی پڑی حساب کی کلاس کے بعد وقفے کی گھنٹی بجی اس نے آس پاس دیکھا تو بغل میں بیٹھا ہوا خالد موجود نہیں تھا غالباً وہ استاد کے نکلتے ہی باہر نکل گیا تھا یہ دیکھ کر اختر کو یہ سوچنے پر دیر نہ لگی کہ اس کے بستے سے اسی نے پنسل نکالی ہوگی اور اب اسے چھپانے کے لئے فوراً باہر نکل گیا اسے حیرت تھی کہ خالد سے کسی کو اس طرح کی شکایت کبھی نہیں ہوئی تھی لیکن پھر اس نے سوچا خالد نے اسی لئے یہ حرکت کی ہوگی کہ اس پر کسی کو شک نہ ہوگا اسی ادھیڑ بن میں اختر باہر نکلا کھیل کے میدان میں کئی لڑکے کھیل رہے تھے درختوں کے نیچے لڑکے چاٹ اور کچھ مونگ پھلی لے کر کھا رہے تھے ایک دوسری جگہ آئس کریم والوں کے اردگرد کچھ بچے جمع تھے تو کچھ اپنی اپنی ٹولیوں میں خوش گپیوں میں مصروف تھے اختر کی نگاہ بھی جگہ خالد کو ڈھونڈ رہی تھی لیکن خالد کا کہیں پتہ نہ تھا اختر کو یقین ہو گیا کہ اس کی پنسل خالد ہی نے چرائی ہے ورنہ ہر دن اس کے ساتھ کھیلنے والے خالد کو آج کیا ہو گیا۔وقفہ ختم ہو گیا سبھی لڑکے اپنے اپنے درجے میں اپنے اختر کی نگاہ اب بھی خالد کو ڈھونڈ رہی تھی لیکن خالد اپنے درجے میں اس وقت پہنچا جب استاد بھی آ گئے۔
اختر نے خالد پر اپنی نظر ڈالی اس کی یہ پریشان صورت دیکھ کر اختر کا شک مزید پختہ ہو گیا اختر کا دل اب پڑھائی میں نہیں لگ رہا تھا اسے یہ فکر بھی تھی کہ چھٹی کے بعد خالد کو وہ کس طرح رنگے ہاتھوں پکڑے گا۔
چھٹی ہوئی تو سبھی لڑکے خوشی میں جھومتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے اختر نے دیکھا خالد ان میں نہیں تھا اسکول سے باہر نکل کر آگے نظر ڈالی تو خالد تیز تیز قدموں سے گھر کی جانب جاتا دکھائی دیا اب اس کو پکا یقین ہو گیا کہ پنسل خالد ہی نے لی ہے ورنہ خالد کبھی اس طرح گھر نہیں جاتا تھا وہ تو اس کے علاوہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ہی گھر جاتا تھا آج چوری پکڑے جانے کے ڈر سے وہ ساتھیوں کو چھوڑ کر اکیلا گھر بھاگا جا رہا ہے اس نے سوچا وہ گھر جاتے ہی ابو سے خالد کے پنسل چرا لینے کی بات کرے گا اور اس کے گھر جا کر خالد کے بستے سے وہ اپنی پنسل نکال کر اسے چور ثابت کرے گا اختر نے اپنے ساتھیوں سے بھی خالد کی آج کی حرکتوں کا ذکر کیا

سب نے سن کر خالد کو پنسل چور قرار دیا۔ اختر گھر پہنچا تو اس کے ابو دفتر سے نہیں لوٹے تھے اس کی بے چینی امی سے بھی چھپی نہ رہ سکی امی نے آخر پوچھ ہی لیا کیا بات ہے بیٹے ؟ آج کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" ہاں امی خالد نے آج میرے بستے سے میری پنسل چرا لی پنسل نہ ہونے کے سبب حساب کے استاد سے ڈانٹ بھی سننی پڑی ماں کچھ اور پوچھنے ہی والی تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی امی نے دروازہ کھولا اختر کے ابو دفتر سے آ گئے تھے۔ اختر نے ابو کو گھر میں قدم رکھتے ہی انہیں پنسل کی چوری کا واقعہ سنا دیا اور یہ سن کر اپنے پڑھنے لکھنے کی میز پر گئے اور اختر کی پنسل اختر کے حوالے کر دی انہوں نے بتایا کہ آج صبح ان کو ضرورت پڑی تو وہ ان کے بستے سے پنسل نکال کر کام کرنے لگے تھے پھر وہ پنسل بستے میں رکھنا بھول گئے اختر اپنی پنسل مل جانے کے باعث اب ذہنی توازن سے آزاد ہو گیا مگر ایک خلش اب بھی اس کے دل میں تھی آخر خالد کی حرکتیں ایسی کیوں تھیں وہ اپنی اس خلش کا اظہار کرتا اس سے پہلے ہی ابو نے پوچھا آخر تم نے خالد ہی پر پنسل کی چوری کا الزام کیوں لگایا۔ اختر نے اس کے جواب میں وقفے کی گھنٹی سے لے کر چھٹی تک کی خالد کی کارکردگی بیان کر دی یہ سن کر ابو نے کہا بیٹے جب کسی سے کسی طرح کی بدگمانی ہو جاتی ہے تو اس کی ہر سرگرمی مشکوک نظر آتی ہے اب بتاؤ پنسل تو خالد نے چرائی نہیں لیکن بدگمانی ہوتے ہی اس کے تمام افعال مشتبہ ہو گئے اور تم ذہنی طور پر پریشان رہے۔ ابو آخر خالد نے آج اس طرح ... ... ضرور کچھ بات ہو گی اگر تمہارے دل میں بدگمانی آتی

تو یقیناً تم کو اس کے عمل سے ہمدردی ہوتی اور تم اس کے گھر جا کر معاملے کا پتہ لگاتے لیکن تم نے تو بغیر کسی ثبوت کے اسے پنسل چور مان لیا، اب تم خالد کے گھر جا کر دیکھو یقیناً کوئی خاص بات ہو گی۔ ہاں ابو میں جاتا ہوں اختر خالد کے یہاں پہنچا تو معلوم ہوا اس کی ماں بیمار ہے اور وہ دوا لانے گیا ہوا ہے اس نے وہیں بیٹھ کر خالد کا انتظار کیا خالد جب آیا تو اسے سلام کیا اور ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ماں کو دوائی دینے لگا خالد کی ماں کے سوا گاؤں میں کوئی نہ تھا والد دہلی میں ملازمت کرتے تھے اور خاص خاص مواقع پر ہی گھر آیا کرتے تھے یعنی ماں کی خدمت سے لے کر سودا سلف تک لانے کا کام اسی کے ذمہ تھا خالد ماں کو دوائی دے کر فارغ ہوا تو اختر سے مخاطب ہوا کہو اختر کیسے آنا ہوا۔ اختر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے اس نے کہا آج اسکول میں وقفے کے وقت اور پھر چھٹی کے بعد بھی تم مجھ سے اور دوسرے ساتھیوں سے الگ تھلگ رہے تو سوچا کہ گھر چل کر پوچھ لوں کہ کیا بات ہے خالد نے کہا دراصل ماں بیمار تھی اس لئے آج دیر سے اسکول پہنچا اسکول میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا اس لئے وقفہ ہوتے ہی گھر آ گیا اور پھر اسکول گیا اسی سبب سے وقفے کے بعد کی کلاس میں بھی کچھ دیر سے پہنچا چھٹی ہوتے ہی جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتا تھا کہ ماں کے لئے دوائیں بھی لانی تھی۔ یہ سن کر اختر آبدیدہ ہو گیا اس نے خالد سے معافی مانگی اور اپنی بدگمانی کی داستان سنا دی اختر کے رونے سے خالد بھی پگھل گیا اور بولا میرے دوست اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو غالباً اسی طرح سوچتا آئندہ کے لئے ہم لوگوں کو بڑا سبق ملا کہ بدگمانی میں ساری چیزیں مشکوک ہو جاتی ہیں اور ہر عمل ایک سازش معلوم ہوتا ہے ہمیں آپس میں خوش گمان ہونا چاہئے تاکہ شک وشبہ کی جگہ اعتبار و اعتماد قائم ہو سکے۔ خالد کی باتیں سن کر اختر کو ایسا لگا جیسے اس کے سر سے ایک بڑا بوجھ ٹل گیا ہو۔ اختر اب اپنے گھر لوٹ رہا تھا رات کی تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی لیکن اس کا دل

ودماغ فرحت بخش روشنی میں نہایا ہوا تھا(اردو دنیا دہلی) اس واقعہ کے لب لباب کو ایک فارسی شاعر نے منظم کر کے نہایت حسین انداز میں اس طرح پیش کیا ہے تفاوت است میان شنیدن من وتو تو غلق باب ومنم فتح باب می شنوم یعنی میرے اور تمہارے درمیان صرف سماعت کا فرق ہے ایک آواز آتی ہے تم اس کو دروازہ بند کرنے کی آواز سمجھتے ہو اور میں سمجھتا کہ وہ دروازہ کھلنے کی آواز ہے مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں کیچڑ بھی ہے اور پھول بھی ہیں یہ بصارت والوں کی بات ہے کہ کون شخص کس چیز کو دیکھتا ہے ایک ہی آواز ہے مگر نادان وبدظن یہ سمجھ لیتا ہے کہ دروازہ بند ہو گیا اور دانشمند آدمی سمجھتا ہے کہ دروازہ اس کے استقبال میں کھول دیا گیا ہے۔۔تمام مسائل ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور ذہن کے اندر ہی ان کو ختم کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ آدمی کے اندر سوچ کا مادہ پیدا ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ دنیا عقل وشعور کا امتحان ہے جو اپنے عقل وشعور کو استعمال کرے گا وہ اپنے لئے راستہ پالے گا اور جو شخص عقل کو استعمال نہیں کرے گا اس کے لئے بربادی کے سوا کوئی انجام مقدر نہیں۔ایک اور واقعہ ہے کہ ایک آدمی کا اپنے گھر کی چار دیواری میں کچن گارڈن تھا جس میں اس نے دھنیا، مرچ، بینگن، ٹماٹر وغیرہ بودیا جب پودے بڑے اور خوب سرسبز وشاداب ہو گئے تو ایک روز اس نے دیکھا کہ اس کے پودوں کے پاس بڑے بڑے دوہرے رنگ کے دو کیڑے موجود ہیں اس کو اندیشہ ہوا کہ یہ میری سبزیوں کو کھائیں گے اور ان کو نقصان پہنچائیں گے اس نے فوراً ان کیڑوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔شام کو اس نے اپنے ایک علم نباتات کے ماہر دوست کو فاتحانہ انداز میں کہا کہ آج میرے گارڈن میں دو کیڑے آ گئے تھے وہ کیڑے پودوں کو کھانا چاہتے تھے مگر اس کے پہلے ہی میں نے ان کو مار ڈالا۔

اس کے بعد اس نے اپنے دوست کو دونوں مرے ہوئے کیڑے دکھائے دوست نے دیکھتے ہی کہا تم نے بہت بڑی نادانی کی تم جانتے نہیں یہ تو مینٹس ہے اور مینٹس سبزی خور کیڑے نہیں وہ تو مسلمہ طور پر ایک

گوشت خور کیڑا ہے وہ تو تمہارے لئے قدرت کی طرف سے مددگار بن کر آیا تھا وہ ان کیڑوں کو کھا جاتا جو تمہاری سبزیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جن کا ختم کرنا تمہارے بس سے باہر ہے بھی کیسے نادان نکلے کہ تم اپنے فائدے اور نقصان کو نہ سمجھ سکے اور اپنے ایک قیمتی چوکیدار کو مار ڈالا۔دوست کی بات سنتے ہی اس آدمی کی زبان گنگ ہو گئی اور اس کو اپنے کئے پر بے حد افسوس ہوا یہاں تک کہ وہ بیمار پڑ گیا اور کئی دن تک

کام کرنے کے قابل نہ رہا۔یہ بدظنیاور غلط فہمی کی مثالیں ہیں اور آپ کو معلوم ہے مثالیں اندازہ لگانے کے لئے لائی جاتی ہیں تو اندازہ کیجئے کہ حقیقت واقعہ کی تحقیق وتفتیش کے بغیر کسی کی سرگرمیوں اور وجود سے برا اور غلط نتیجہ وتاثر و برآمد کر لینا کس قدر خطرناک اور شرمناک ہو سکتا ہے اور بدظنی اور غلط فہمی کسی آدمی کو کتنی ہولناک اور بڑی بڑی کوتاہیوں میں مبتلا کر سکتی ہے حتی کہ ممکن ہے کہ ایک شخص محض شدید بدظنی وغلط فہمی کا شکار ہو کر دوسرے شخص کو بے قصور جان سے مار دے وہ ایک عزیز کو برسر بازار ذلیل ورسوا کرنے کی ٹھان لے حالانکہ اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے وہ آدمی اس قدر شریف صالح اور اخلاق کا پیکر ہے کہ اس کے ساتھ نہایت تعظیم واکرام کا سلوک کیا جانا چاہئے۔ اس معاملے میں جب ہم قرآن کریم کی جانب رجعت کرتے ہیں جس میں انسانی سماج مکمل دستور حیات موجود ہے تو وہاں سے ہم کو یہ درس ملتا ہے کہ کسی کے متعلق جب تم بری خبر سنو یا اس کی سرگرمی تم کو مشکوک لگے تو کوئی مختصر رائے قائم کرنے سے پہلے گہری سوچ وفکر اور معاملہ کی تحقیق وجستجو کر لو ایسا ہرگز نہ کرو کہ کسی کے متعلق کوئی خبر سنو اور بلا چوں چرا اس کو مان کر اس شخص کے خلاف کوئی اقدام کر ڈالو کیونکہ عین ممکن

ہے کہ تحقیق کے بعد تم کو معلوم ہو کہ جو میری خبر تم کو پہنچی تھی اس کا صداقت وحقیقت سے دور دور کا رشتہ نہیں اور یہ کہ وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: "یا ایھا الذین امنوا ان جائکم فاسق ...... یعنی اے ایمان والوں! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب بھی بدظنی وغلط فہمی پر مبنی ہے جیسا کہ فاضل مراد آبادی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں یہ آیت ولید بن عتبہ کے حق میں نازل ہوئی جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مصطلق صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا اور زمانہ جاہلیت میں ان کے اور ان کے درمیان عداوت ودشمنی تھی جب ولید ان کے دیار کے قریب پہنچے اور قبیلہ مصطلق کو خبر ہوئی تو وہ اس خیال سے کہ وہ رسول گرامی وقار کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں تعظیما استقبال کے لئے جمع ہو کر آتے حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ لوگ میری عداوت کی بناء پر مجھے قتل کرنے آرہے ہیں یہ خیال کر کے ولید واپس ہو گئے اور حضور سے عرض کردیا کہ ان لوگوں نے صدقات دینے سے منع کردیا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے حضور نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کے لئے بھیجا حضرت خالد نے دیکھا وہ لوگ اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ان لوگوں نے صدقات پیش کردیئے حضرت خالد یہ صدقات لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (کنز الایمان مع خزائن العرفان) اب ہم اپنے کلام کو سمیٹتے ہوئے ماقبل مذکور عبارت کو اس مقام پر دوبارہ نقل کر رہے ہیں کہ تمام مسائل ہمیشہ ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اور ذہن کے اندر ہی ان کو ختم کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ آدمی کے اندر بے فکر وشعور کا مادہ پیدا ہو جائے نیز آدمی کو جب بھی کوئی خبر پہنچے تو اسے چاہئے کہ اس پر اعتماد وبھروسہ کرنے کے بجائے براہ راست ذرائع سے اس کی تحقیق تفتیش کرے تبھی وہ غلط خبر کے برے انجام سے محفوظ ومامون رہ سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دینی عقل وشعور کا امتحان ہے جو شخص اپنی عقل کو استعمال کرے گا وہ اپنے لئے راستہ پالے گا اور جو شخص عقل وشعور کو استعمال نہیں کرے گا اس کے لئے بربادی کے سوا کوئی انجام مقدر نہیں۔

گوشہ خواتین

سوال نمبر 1 اسلام میں پردے کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: اسلام میں پردے کی اہمیت کا اندازہ اس آیت مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے

ترجمہ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

اسلام نے بے پردگی کو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کا طریقہ بتایا ہے اور ہر مسلمان عورت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد تم پر جہاں دوسرے احکام نافذ ہوتے ہیں وہی پردے کو بھی شریعت نے مسلمان عورتوں کے لیے لازمی قرار دیا ہے

سوال نمبر 2 کیا آج بھی مسلمان عورتیں پردے کے لئے ویسے ہی پابندی ہے جیسے کہ ابتدائے اسلام میں ہوا کرتی تھیں۔

جی نہیں ابتدائے اسلام میں خواتین پردے کی سختی سے پابند تھیں ہر حال میں انہیں اپنے پردے کا خیال تھا اور پردہ ہی مسلمان عورت کی پہچان ہوا کرتا تھا لیکن آج مسلمان عورتوں نے بے پردگی کی روش کو اس قدر اختیار کر لیا ہے کہ ایک مسلمان عورت اور غیر مسلم عورت میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

سوال نمبر 3 کیا غیر مسلم قوموں کی تقلید کرنے پر اسلام میں کوئی وعید ہے یا نہیں

جی بالکل غیر مسلم قوموں کی تقلید کرنے والوں کے لیے نبی پاک ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔

جس نے کسی دوسری قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے،

یعنی وہ صرف دنیا میں ہی اس قوم میں سے نہیں بلکہ مرنے کے بعد اور حشر میں بھی اسی قوم کے ساتھ ہو گا جس سے مشابہت اختیار کی تھی اور قیامت میں اس کا انجام بھی ویسا ہی ہو گا جیسا اس قوم کا ہو گا۔

سوال نمبر 4 کیا آج کے دور میں ہمارے طور طریقے غیر مسلم قوموں سے جدا ہیں۔

آج کے دور میں اگر دیکھا جائے تو ہمارا ہر عمل دوسری قوموں ہندو، یہود و نصاریٰ سے ملتا جلتا ہے ہمارا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا اوڑھنا بچھونا اپنے دین کے مطابق نہیں بلکہ دوسری قوموں سے ملتا جلتا ہے یہاں تک کہ آج ہماری نئی نسل کی تعلیم و تربیت ہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں کے مطابق ہو رہی ہے۔

سوال نمبر 5: غیر مسلم قوموں کی تقلید میں مسلمان عورت کس حد تک آگے جا چکی ہے

جواب: اس بات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان عورتوں نے اپنا اسلامی و قومی لباس چھوڑ کر پینٹ شرٹ اور اپنی چادروں کو پس پشت ڈال کر کھلے بالوں کے ساتھ سر عام بازاروں میں گھومنا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے ایک مسلم عورت اور غیر مسلم عورت میں تمیز کرنا

مشکل ہو گیا ہے۔

سوال نمبر 6: پردہ ترقی کا ضامن ہے یا ترقی میں رکاوٹ؟

جواب: آج ہماری مسلمان قوم کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ پردہ ترقی میں رکاوٹ ہے آج غیر مسلم ممالک بے پردگی کی وجہ سے ہی ترقی کر رہے ہیں لیکن یہ خیال بالکل لغو اور احمقانہ ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس کی طرح واضح ہے کہ جب تک مسلمان مرد و عورت میں غیرت اور شرم و حیا تھی مسلمانوں نے ترقی کی وہ منازل طے کیں جو آج تک کوئی غیر مسلم قوم نہیں کر سکی بلکہ یوں سمجھئے کہ ترقی کی بنیاد ہی مسلمانوں نے ڈالی تھی۔

سوال نمبر 7: مسلمان قوم کے زوال کا سبب کیا ہے؟

جواب: اگر باریک بینی سے تاریخ اسلام پر نظر دوڑائی جائے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان قوم کے زوال کا سبب بے پردگی ہی ہے کیونکہ جب تک مسلمان عورتیں باپردہ باحیاء اور ان کا تعلق اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط تھا وہ مسلمان قوم کو غیرت مند مجاہد، بہادر، سپہ سالار عظیم حکمران، علماء کرام اور اولیائے کاملین عطا کرتی تھیں لیکن جیسے ہی کفار کے جال میں آکر بے پردگی کا سلسلہ شروع کیا تو مسلمان تنزل کے گڑھے میں گرنا شروع ہو گئے یہی وجہ ہے کہ آج کفار جو کبھی مسلمان کا نام سن کر لرز جاتے تھے ان پر غالب آ چکے ہیں۔

سوال نمبر 8: مسلمان کن ذرائع سے دین سے دور کیا جا رہا ہے؟

جواب: ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے کفار مسلمانوں کو اپنی انگلیوں پر نچا رہے ہیں لیکن مسلمان یہ بھول گئے کہ ان کا ناچنا نہیں بلکہ نچانا ہے وہ مسلمان جس کے ہاتھ میں کبھی باطل کے خلاف شمشیر بے نیام ہوا کرتی تھی آج اس کے ہاتھ میں شیطانی کھلونے موبائل فون وغیرہ دے کر بہلایا، بہکایا جا رہا ہے وہ مسلمان جو ایک مسلمان بہن کی فریاد کو پہنچتا تھا اور بے غیرتوں مکاروں کا قلع قمع کرتا تھا آج وہ خود اپنی حقیقی بہن کو نیم عریاں لباس کے ساتھ ناچ گانے کی محفلوں میں لے جانے کو اپنی عزت سمجھتا ہے

وہ قوم جو کل تک کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
سینما دیکھتی ہے آج وہ ہمشیروں کے ساتھ

سوال نمبر 9: اسلام میں کامیابی کس کو قرار دیا گیا ہے؟

جواب: مسلمان عورتوں نے شرم و حیا کی چادر کو اتار پھینکا ہے اور مردوں کے شانہ بشانہ بازاروں، سینما، پارکوں اور شادی ہالوں میں گھومنے کو ترقی سمجھتی ہیں اور اپنی آخرت کو برباد کرنے میں مشغول ہیں جبکہ فرامین مصطفیٰ اور کلام الٰہی سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اصل کامیابی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری میں زندگی گزارنے اور اپنے ایمان کو دنیا سے سلامت لے جانے میں ہے اصل میں ترقی، کامیابی یہی ہے کہ انسان اپنے اعمال کی وجہ سے عذاب دوزخ سے نجات پا کر جنت الفردوس میں ٹھکانہ پائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا

سوال نمبر 10 جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی یا مردوں کی؟

جواب: صحیح مسلم میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے جہنم میں ملاحظہ فرمایا کہ عورتیں جہنم میں زیادہ ہیں۔ اس حدیث مبارکہ سے ان عورتوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو اسلام کی مقدس تعلیمات کو نظر انداز کر کے بڑی شوق اور غیروں کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی برباد کر رہی ہیں

نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو
سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم

سوال نمبر 11: مسلمان عورت کس طرح اپنے کھوئے ہوئے عروج کو پا سکتی ہے؟

جواب: تمام اسلامی بہنوں کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں اور ان خواتین اسلام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں جنہوں نے اپنے کردار سے اور اپنے اعمال سے بلند مقام اور اللہ عزوجل کا قرب حاصل کیا

وہی ہے راہ تیرے عزم وشوق کی منزل
جہاں ہے عائشہ وفاطمہ کے نقش قدم
تیری حیات ہے کردار رابعہ بصری
تیری فسانے آنے کا موضوع ہے عصمت مریم

سوال نمبر 12: اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دے کر اسے عزت بخشی ہے یا ذلت؟

اسلام نے پردے کے ساتھ ساتھ عورت کو وہ حقوق بھی مہیا کیے ہیں جن کے لیے عورتیں قبل از اسلام برسوں سے ترس رہی تھیں اسلام نے ہی عورت کو معاشرے میں بلند مقام پر فائز کیا ہے جس کا اعتراف کرنے پر غیر بھی مجبور ہیں چنانچہ ایک مغربی دانشور مسز اینی بیسٹ لکھتی ہیں ہم کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے

سوال نمبر 25: ایک ماں پر سب سے پہلی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

جواب: ایک حاملہ عورت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام بری عادتوں، برے خیالات اور ناپسندیدہ مناظر سے اجتناب کرے اور اس دوران اپنے دل ودماغ صاف رکھے اور بزرگوں اور قوم کے بہادروں کی سوانح کا مطالعہ کرتی رہے کوئی ڈر خوف یا ایسے واقعات نہ سنے جس سے دل میں برے خیال بیٹھ جائے کیونکہ ایک ماں کے ہاتھ میں آنے والے بچے کا مستقبل ہے جسے وہ سنوار کر معاشرے کا بہترین فرد ثابت کر سکتی ہے یا بگاڑ کر بدترین فرد ایک ماں اپنے بچے کو وہی بنا سکتی ہے جو وہ چاہتی ہے اسلام نے تو چودہ سو سال

پہلے یہ بات ثابت کردی تھی کہ ماں کی ہر حرکت کا اس کے بچے پر اثر ہوتا ہے لہٰذا اب سائنس کی تحقیقات بھی اس بات کا اعتراف کر رہی ہے جب نپولین ماں کے پیٹ میں تھا تو ایک دفعہ ہے اسکی ماں اپنے خاوند کے ساتھ معرکہ جنگ میں سوار ہو کر گئی اور جنگی کبوتروں میں اس نے دلچسپی ظاہر کی چنانچہ ماں کے دلیرانہ اوصاف بچے کے اندر پورا پورا اثر کر گئے یہ اس کی بہادری کے اثرات تھے جس کی وجہ سے نپولین بڑا ہو کر فاتح اور جرنیل بنا۔

سوال نمبر 26: بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟

جواب: اسلام میں بچوں کی تربیت کے بارے میں بہت زور دیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ بچوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں اور والدین کو ان کی تعلیم و اخلاقی تربیت کا حکم فرمایا ہے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وقت موت کا سبب ہو جا تا ہے

سوال نمبر 27 اسلام میں بے حیائی کو روکنے کے لیے کیا احکامات نازل فرمائے گئے ہیں؟

جواب: اسلام نے بے حیائی بے پردگی کی روک تھام کے لیے سختی سے حکم فرمایا ہے لہذا قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''اے رسول ﷺ! دنیا کو کہہ دو کہ میرے رب نے تمام فواحش خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ حرام فرما دیا ہے۔'' اسی طرح اب دنیا بھر میں ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے دنیا بھر میں بے حیائی پھیلائی جا رہی ہے پاکستان میں بھی بہت سے شعراء افسانہ نگار سینما گھر ناچ گھر بڑے بڑے ہوٹل موجود ہیں جو فواحش کو پھیلا رہے ہیں اور عذاب الٰہی کے مستحق ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جو لوگ اہل ایمان میں فواحش پھیلانا چاہتے ہیں انہیں ہم دنیا و آخرت میں خوفناک عذاب دیں گے''۔

سوال نمبر 28: بے حیائی کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟

جواب: بے حیائی کی سب سے بڑی وجہ عورتوں کی بے پردگی اور مرد و عورتوں کا اختلاط ہے کیونکہ عورت کا گھر سے باہر رہنا اور مردوں کے ساتھ کام کرنا معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے عورت کو صرف اپنے گھر تک محدود رہنے اور اپنے آپ کو پردے اور اندر رکھنے کی تلقین فرمائی لیکن اب محقق بھی اس پر تحقیقات کر رہے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جو قوم میں جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں وہ اپنی صلاحیتوں کو کھو دیتی ہیں اور فنا ہو جاتی ہیں لیکن جو لوگ جنسی تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے وہ کامیاب ہوتی ہیں ۔ارشاد ہے: ''کسی ماں نے اپنے بیٹے کو عمدہ اور بہترین ادب سے زیادہ اچھا ہدیہ نہیں دیا'' (ترمذی شریف)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''بچے کا باپ'' پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو اچھی تربیت دے اور اس کا اچھا سا نام رکھے''۔

احادیث مبارکہ میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کو آداب اور حسن اخلاق سکھانے کی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی والد کو یہ حکم بھی فرمایا کہ بچے کا نام بھی اچھا سا رکھے کیوں کہ بچے کی شخصیت پر اس کے نام کا بڑا اثر ہوتا ہے اسلام بچوں پر بے جا سختی سے بھی منع فرماتا ہے کیونکہ زیادہ سختی کرنے سے بچے ضدی اور ان کے دل و دماغ میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلط راہ پر چل پڑتے ہیں اس کے برعکس ایسے والدین جو اپنے بچوں کی تربیت محبت و شفقت کے ساتھ کرتے ہیں ان کی اولاد نیک اور حسن اخلاق

سے مزین ہوتی ہے اور ایسے بچے جسمانی طور پر بھی صحت منداور باصلاحیت ہوتے ہیں اسی طرح وہ بچے جو ماں کی محبت سے محروم ہوتے ہیں ایسے بچے جسمانی وذہنی ارتقاء سے مرحوم رہتے ہیں کیونکہ ماں کی گوداور شفقت بھی بچے کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایوینگ نیوز 27 جون 1984 کی ایک رپورٹ کے مطابق جب ماں باپ سے مرحومی کی وجہ سے بچوں کو ابتدائی عمر میں محبت نہیں ملتی تو ان میں مختلف قسم کے نقائص پیدا ہوجاتے ہیں مثلا جسمانی نشوونما کی کمی دماغ کا ہلکا پن۔

سوال نمبر 29: مخلوط نظام تعلیم کیا ہے اس کے نتائج کس حد تک نقصان دہ ہے؟

جواب: مخلوط نظام تعلیم یعنی طلبہ وطالبات کا ایک جگہ اکٹھا ہونا اور ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنا مغرب کی دیکھا دیکھی پاکستان اور اس کے علاوہ مختلف اسلامی ممالک میں اس نظام تعلیم کو بڑے فخر کے ساتھ رائج کیا جارہا ہے اور اسلامی تعلیم کو نظر انداز کیا جارہا ہے ایک حقیقی مسلمان کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں جہاں کامیابیاں اور کامرانیاں ہیں وہی اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی پر بہت سے نقصانات ہیں جو آج کے دور میں دیکھے جارہے ہیں ایسے اداروں میں طلباوطالبات کی دلچسپی اپنی تعلیم یا نصاب میں نہیں بلکہ ایک دوسرے میں ہوتی ہے جس سے تعلیمی معیار بہتر نہیں بلکہ بری طرح متاثر ہوتا ہے

جب صحابہ کرام وصحابیات کا پاکیزہ دور تھا صحابہ وصحابیات مسجد میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کرنے آیا کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو سختی سے تاکید فرمائی کے راستے کے کنارے پر چلا کرو تاکہ مردوں سے الگ رہو۔

حمزہ بن اسید انصاری رضی اللہ تعالی عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ راستے میں مرد عورتوں کے ساتھ مل گئے ہیں آپ نے عورتوں سے فرمایا تم پیچھے رہو تمہارے لئے راستے کے بیچ میں جانا ٹھیک نہیں تم راستے کے کنارے پر چلو چنانچہ اس حکم کے بعد عورتیں بالکل دیوار سے لگ کر جاتی تھی یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھتی تھیں۔

یہ تھی وہ پاک صحابیات رضی اللہ تعالی عنہن جو اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مبارک پر دل وجان سے عمل پیرا ہوا کرتی تھیں لیکن آج ہم نے اپنے اس کریم محسن صلی اللہ علیہ وسلم کے مفید احکامات کو چھوڑ کر ان کی تنقید شروع کردی ہے جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔

سوال نمبر 30: کیا اسلام تعلیم نسواں کی اجازت دیتا ہے؟

جی بالکل اسلام نے خواتین کو بالکل گھروں میں ہی محصور رکھنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ بوقت ضرورت عورت پردہ اور دائرہ نسوانیت میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو علم وہنر سے مذین کرسکتی ہے تاکہ ضرورت پڑنے پر شرافت وعظمت کے ساتھ اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کرسکے مسلمانوں کا ہر طبقہ تعلیم کے لیے مذہبا آزاد ہے ہے کیونکہ جب آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس دور تھا تو صحابیات رضی اللہ تعالی عنہن پیادہ اور سوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسم اور ازواج مطہرات کے پاس اپنے مسائل پوچھنے کے لئے آیا کرتی تھیں لیکن آج ہم نے مادی ترقی کی آڑ میں آکر نظام تعلیم کو اس قدر گھناؤنا بنادیا ہے کہ عورت اپنی باعزت گھریلو زندگی معاشرے کی خدمت اور بچوں کی پرورش کو اپنے لیے عار

محسوس کرنے لگی ہے جب کہ مزاروں، پارکوں اور سینماؤں وغیرہ کی زینت بننے پرفخر محسوس کر رہی ہے جس کی وجہ سے گھریلو زندگی تباہ ہو رہی ہے جس کے نقصانات کی وجہ سے خود مغربی دانشور پریشان ہیں۔

شجر ہالدر نامی ینامے کے پہلے سال کے چھٹے پرچے میں انگریز مقالہ نگار میں نیلوے لکھتی ہے۔

ہماری بیٹیاں گھروں میں . . ماؤں کی طرح بن کر ہیں یہ پراس سے بہتر اور کم نقصان دہ ہے کہ وہ کارخانوں میں ملازمت اختیار کریں جہاں جا کر لڑکی ایسے گند اور خرابی میں ملوث ہو جاتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی کی رونق کو ختم کر دیتا ہے اور کاش کہ ہمارے شہر اور ملک بھی مسلمانوں کے ان ملکوں اور شہروں کی طرح بن جاتے جہاں حشمت کی پاک دامنی اور عفت پائی جاتی ہے جہاں عورت نہایت عمدہ و خوشگوار زندگی گزارتی ہے اور اس کی عزت و آبرو بھی محفوظ رہتی ہے۔ (بحوالہ کتاب عورت کی اسلامی زندگی) افسوس کہ جو قوم آج ہمارے دین کے اصولوں پر رشک کر رہی ہے ہم انہی کے بے تکے اصولوں کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت خراب کر رہے ہیں۔

سوال نمبر 31: مخلوط نظام تعلیم میں اہل مغرب کی کون سی سازش ہے؟

جواب: سامراجوں کا ایک پوپ کہتا ہے کہ شراب کا ایک جام اور حسین و جمیل دوشیزہ اُمت محمدیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں وہ اثر رکھتی ہے جو ہزار توپیں نہیں رکھتیں لہٰذا اس اُمت محمدیہ کو مادہ اور جنس اور شہوت کی محبت میں غرق کر ڈالو۔

عورت کی اسلامی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات

کون نہیں جانتا کہ جب تک مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو تھامے رکھا اور ان میں شرم و حیا اور غیرت تھی تو دنیا کی کوئی بھی طاقت انہیں مغلوب نہ کر سکی لیکن جیسے ہی مسلمان عیش پرست ہوئے اور ان میں جذبہ جہاد اور غیرت ایمانی کم ہوئی تو بزدل غیر مسلم اقوام نے انہیں ہر طرف سے دبوچ لیا کیوں کہ انگریز جانتے تھے کہ مسلمانوں کے دل میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور جذبہ جہاد ہے ان کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا اس لیے انہوں نے ایسا طریقہ رائج کیا کہ نوعمری میں ہی ان کے دلوں میں مادہ پرستی اور شہوت پرستی پیدا ہو جائے اس طرح مسلمان آوارہ اور بے راہ روی کا شکار ہو جائیں گے۔

آج یہی وجہ ہے کہ مسلمان نوجوان اپنے دین کی سربلندی کے لئے کام کرنے کی بجائے عیش و عشرت اور مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہے اور یورپ سے اپنی انگلیوں پر نچا رہا ہے

سوال نمبر 32: جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں میک اپ کے نقصانات کیا ہیں ہے؟

بناؤ سنگھار عورت کا بنیادی حق ہے اور اسلام نے بھی عورتوں کو ایک محدود دائرے کے اندر رہتے ہوئے زیب و زینت کی اجازت دی ہے بلکہ بعض موقعوں پر ضروری قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے بذات خود عورت کی ذات کو حسن سے نوازہ ہے حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔

اور ناخنوں پر چڑھا کر نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہیں بالکل نہیں کیوں کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور قرآن کی تلاوت

کرنے سے پہلے ناپاکی ونجاست کودور کرناضروری قرار دیا ہے

برطانیہ کے جریدے نیو آئیڈیا کی حالیہ 1983 کی رپورٹ کے مطابق ماہرین نے مسلسل تحقیقات کے بعد انکشاف کیا ہے کہ ہونٹوں پر لپ اسٹک لگانے والی خواتین کو معدے کا کینسر ہو جاتا ہے ماہرین کے سروے کے مطابق ایک عام یورپی خاتون کی زندگی کے دوران ایک دن لپ اسٹک استعمال کرتی ہے جس میں سے منوں کے حساب سے اس کے معدے میں چلی جاتی ہے جس سے سرطانی رسولیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

سوال نمبر 35: کیا تنگ لباس بھی صحت کیلئے نقصان دہ ہے؟

جواب: جی بالکل تنگ لباس ایک تو پردے کے منافی ہے کیونکہ اس میں جسم کے اجزاء علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں اس کے علاوہ اس کے جسمانی نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔

تنگ لباس جسمانی اعضا کی نشوونما کو بہت متاثر کرتا ہے اور خون کی گردش کو بھی متاثر کرتا ہے

اٹھارہویں صدی کے اختتام پر یورپی ڈاکٹروں نے ایک کتاب تحریر کی جس میں انہوں نے بالخصوص عورتوں کو چست لباس کے نقصانات سے متنبہ کیا لپ اسٹک کو زیادہ دیر تک ہونٹوں پر جمانے کے لیے اس میں تیزاب اور اسکو پھیلانے کے لیے بنا سپتی تیل اور صابن استعمال کیا جاتا ہے تیزاب کا اثر قبول کرنے اور رنگ لانے کے لیے ارنڈ کا تیل اور اس مرکب کو اسٹک کی شکل میں لانے کے لیے پٹرولیم پر مبنی موم استعمال کی جاتی ہے اور اس میں چمک لانے کے لئے مچھلی کے قسم بھی استعمال کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ خوشبو، غذا کو محفوظ کرنے والی اشیاء اور نارنجی ایسڈ ہو ملایا جاتا ہے

آپ کا کیا خیال ہے کہ ایسا مرکب جس میں تیزابیت موجود ہو آپ کے ہونٹوں کے لیے فائدہ مند ہے ہرگز نہیں بلکہ تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ لپ اسٹک میں سور کی چربی بھی استعمال کی جاتی ہے۔

ممبئی یونیورسٹی کے ریسرچ سکالر جناب سید عارف علی کی تحقیق ہے کہ سور کی چربی انسانی جسم پر نہیں پگھلتی اس لیے لپ اسٹک بنانے والے اسکا استعمال کرنے پر مجبور ہیں ایک اور قابل توجہ بات ہے کہ جتنے بھی نامور لپ اسٹک اور نیل پالش بنانے کے دیکھے ہیں ان میں الکوحل بھی استعمال کیا جاتا ہے جب کہ الکوحل کے حرام ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ (عورت کی اسلامی زندگی اور سائنسی تحقیقات)

سور کی چربی اور الکوحل دونوں ایسی چیزیں ہیں جو ہمارے مذہب میں حرام اور ناپاک سمجھی جاتی ہیں کیا ہم لپ اسٹک اور نیل پالش کی تہہ اپنے ہونٹوں پر رکھ کر اس کے بندھن میں نظر آئے۔

لیکن آج خواتین آرائش وزیبائش کے لیے جو چیزیں استعمال کر رہی ہیں وہ عورت کی فطری حسن کو جس قدر نقصان پہنچا رہا ہے یورپی محقق کی زبانی ملاحظہ کیجئے:

انگریز محبوب ڈیل کارنیگی میک اپ کے نقصانات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

میری زندگی سے فطرت کے مسلسل مطالعے میں گزری ہے میں نے اس بات کو غور سے دیکھا ہے کہ ہم فطرت کے قریب رہتے ہوئے فطرت سے دور تو نہیں جا رہے فیشن اور رواج کی دنیا نے ہمیں صرف دھوکہ اور فریب دیا ہے میک اپ حسن نسواں کے لیے تھا لیکن جتنا نقصان اس نے حسن نسواں کو دیا ہے شاید ہی کسی چیز نے دیا ہو جنگوں نے ماحول اور حالات بدلے بیرونی تباہکاریوں کی انتہا کر دی لیکن میں سمجھتا ہوں ان کا نقصان کم ہے جتنا نقصان میک اپ سے ہوا ہے۔

زندہ رہنا سیکھیے

سوال نمبر 34: لپ اسٹک کے مضر اثرات کیا ہیں؟

جواب: میک اپ کے سامان میں جو چیز زیادہ استعمال ہوتی ہے پہے کیونکہ عورتوں کی کثیر تعداد لپ اسٹک کی بڑی شوقین ہوتی ہیں لیکن خواتین یہ نہیں جانتی کہ لپ اسٹک سے اپنے ہونٹوں کو دلکش بنانے کی کوشش کر رہی ہیں اس میں کیا کیا استعمال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 32 کا بقیہ حصہ

یعنی اللہ تعالی خود جمیل ہے اور اس نے اس کائنات کو بھی حسن و جمال کے ساتھ نوازہ ہے اور اپنے بندوں کو پاک وصاف رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اصل حسن صفائی میں ہے۔ زمانہ قدیم سے حسن میں اضافے کے لیے اچھے قسم کے کپڑوں اور سامان آرائش کو بہت اہمیت حاصل ہے لیکن جدید دور میں ہم بہت آگے بڑھ چکے ہیں آئے روز کپڑوں کے نئے نئے ڈیزائن اور نئی نئی کاسمیٹکس کی چیزوں کو ہم نے اپنے اوپر اس طرح لازم کر لیا ہے کہ اچھی خاصی رقم ہماری ان فضول چیزوں کو نذر ہو جاتی ہے۔

یاد رکھئے حدیث مبارکہ ہے

تم حسب منشا کھاؤ اور پیو جب تک تم دو چیزیں یعنی اسراف اور تکبر میں مبتلا نہ ہو جاؤ لیکن آج ہمارے ہاں اعلی سے اعلی کوالٹی کے زیورات اور مہنگے سے مہنگے کپڑے وغیرہ پہنے ہی دکھاوے اور تکبر کے لیے جاتے ہیں حالانکہ ہمیں اس خالق کا شکر ادا کرنا چاہیے جو ہمیں اچھا پہنا تا اور کھلاتا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اللہ تعالی پسند فرماتا ہے اس بات کو کہ اسکی نعمتوں کا

[12:48,AM 3/4/2020] centerbookLasani: سوال نمبر 35 کا بقیہ حصہ

اس کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ زیادہ تنگ کمر پیٹیاں چست شمیض اور تنگ لباس استعمال کرنے والی عورتیں ستانوے مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو سکتی ہیں

ساؤتھ افریقن میڈیکل جنرل کی ایک رپورٹ کے مطابق ایک خواتین نے اپنے معالج سے سر میں سخت درد کی شکایت کی معائنے اور تحقیق سے اس کی کوئی خاص وجہ کا تعین نہ ہو سکا خاتون کے معالج نے محسوس کیا کہ وہ چست قسم کے لباس پہنے ہوئے ہے چنانچہ اس نے اسے ڈھیلا

کرنے کی ہدایت کی اور پھر اسی کے ساتھ سر درد سے نجات مل گئی۔

[12:56,AM3/4/2020]Lasani bookcenter: سوال نمبر 36

لباس کیسا ہونا چاہیے۔

لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اس کے علاوہ لباس ہمیں گرمی اور سردی سے بھی محفوظ رکھنے میں معاون ہوتا ہے اور انسان کی آرائشوں و نمائش میں بھی اضافہ کرتا ہے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے۔

اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہارے پردے دار حصہ بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے لباس کو انسان کے قابل ستر حصوں کو ڈھانپنے اور زینت کے لئے پیدا فرمایا اس لئے ہمیں چاہئے کہ ایسا لباس استعمال کریں جو مذکورہ تقاضوں پر پورا اترتا ہو جبکہ ہم فیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسا لباس استعمال کرلی ہیں جو بالکل باریک اور چست ہوتا ہے جس سے ہمارے جسم کے حصے اور ساخت بالکل واضح ہوتی ہے ایسی عورتوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی رہی۔

سوال نمبر 37: عورتیں کن چیزوں سے زینت حاصل کرسکتی ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ نہ ہو؟

اللہ تعالی نے عورت کو جو قدرتی حسن عطا فرمایا ہے اس کو نکھارنے کے لئے پاک اور دیسی چیزوں کا استعمال کرنا چاہیے

سر اور جسم کو تیل سرسوں بادام یا زیتون لگانا۔

آنکھوں میں سرمہ ڈالنا

مسی سے دانتوں کو صاف کرنا اور رنگنا

ہاتھوں کو مہندی لگانا

یہ چیزیں عورت کے لئے صحت بخش بھی ہے اور ان کا استعمال کرنا بھی جائز ہے

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ بنت عقبہ نے عرض کیا کہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیعت کر لیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں تجھے بیعت نہ کروں گا جب تک تو اپنی ہتھیلیوں کو بدل لے (یعنی مہندی لگا کر اس کا رنگ نہ بدل لے) تیرے ہاتھ گویا کے ہاتھ معلوم ہو رہے ہیں

سوال نمبر 38: کیا رنگ گورا کرنے والی حسن افزاء کریمیں ہماری جلد پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہیں؟

جواب: بالکل نہیں بلکہ یہ کریم ہماری جلد کو خراب کرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی بیماریوں کا موجب بنتی ہے عورت کی اسلامی زندگی اور سائنسی تحقیقات کے مصنف نے اپنی کتاب میں اس کے جو نقصانات لکھے ہیں درج ذیل ہیں

☆ ہڈیوں کی کثافت اور مضبوطی بھی بہت تیزی سے گھٹنے لگتی ہے جس سے جوڑوں کا درد ہو جاتا ہے۔

☆......آنکھوں میں موتیا اترنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

☆......پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں

☆......جلد کافی پتلی اڑ جاتی ہے ذرا زور سے لڑنے پر نیل پڑ جاتا ہے

☆......سر درد اور ڈپریشن

☆......نظام تناسل کی رطوبتوں میں بے قاعدگی

☆......چہرے پر بالوں میں اضافہ

☆......سر کے بالوں کا جھڑنا

☆......ماہواری کی بے قاعدگی اور درد کے ساتھ آنا وغیرہ

از حکیم نصیر اصلاحی

ہم ان تمام نقصانات کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی مغرب کی تقلید میں ان کی مصنوعات اصل استعمال کریں تو پھر سے بدقسمتی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے

تقوی

تحریر محمد صدیق زاہد

نوجوان یادالٰہی میں غرق ہو چکا تھا ہر شے سے آواز دوست آ رہی تھی اب عشق کا وہ مرحلہ آ گیا تھا جہاں دنیا کے تمام رشتے توڑ دیے جاتے ہیں اور سجدہ گاہ دل کو بتوں سے خالی کر دیا جاتا ہے نوجوان مراقبے کی خاطر دنیا سے کنارہ کش ہو کر دریا کے کنارے آ پڑا تھا یہاں ہر حرص ہوا کے ہنگامے نہیں تھے یہاں آزاد ہوائیں نوجوان کو قلندرانہ پیغام دے رہی تھیں دریا کا بہتا ہوا پرسکون پانی دل و دماغ کو دنیا کی آلائشوں سے پاک رکھنے کا نغمہ ازلی سنا رہا تھا کئی دن جذب کے اسی عالم میں گزر گئے نوجوان دنیا و مافیہا سے بے خبر رہا آخر جب روح اس طویل سفر سے تھک گئی اور جسم بیزار ہوا تو نوجوان نے چاروں طرف دیکھا دور دور تک کسی انسان کا پتہ نہیں تھا۔

نوجوان نے ہوش میں آنے کے بعد شدید بھوک محسوس کی چاروں طرف نظریں دوڑائیں قرب و جوار میں انسانی آبادی کے آثار ناپید تھے سرمستی عشق اسے کہاں لے آئی نوجوان نے ایک لمحے کے لئے سوچا آسمان کی طرف ایک صابر و شاکر بندے کی طرح دیکھا اور پھر اچانک اس کی نظر دریا میں بہتے ہوئے ایک سرخ سے سیب پر پڑی خدا کا شکر ادا کیا اور سیب کو دریا سے نکال کر کھا لیا سیب کھانے کے بعد بھوک سے کسی حد تک نجات ملی اور حسن اتفاق کو دست غیب کی کارفرمائی سمجھا پھر یکانیت ذہن میں ایک اور اندیشے نے سر ابھارا سیب کسی کی ملکیت تو نہیں اس خیال کے آتے ہی نوجوان مضطرب ہو گیا اور اس کے پرنور چہرے پر وحشت سی برسنے لگی جیسے اسے کسی نے چوری کرتے پکڑ لیا ہو کیا تو نے سیب کے مالک سے کھانے کی اجازت طلب کی تھی نوجوان نے محسوس کیا جیسے کوئی آواز دے رہا ہو نوجوان نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا جدھر سے آواز آ رہی تھی مگر وہاں کوئی نہ تھا۔

نوجوان کو قدرے اطمینان نصیب ہوا کہ سیب کا مالک یہاں موجود نہیں لیکن چند لمحے بعد اسے پھر یہی آواز سنائی دی نوجوان کی وحشت میں دوبارہ اضافہ ہو گیا آخر کچھ آوازوں کے بعد اس پر یہ راز فاش ہو گیا کہ یہ آوازیں کسی غیر کی نہیں بلکہ خود اسے اپنا ضمیر پکار رہا ہے نوجوان دل کے درد کو براداشت نہ کر سکا، اور بے اختیار اس طرف روانہ ہو گیا جس طرف سے سیب بہہ کر آیا تھا۔

نوجوان تیزی سے دریا کے کنارے کنارے چلتا رہا قدم قدم پر وہ دعا مانگ رہا تھا کہ سیب کے مالک سے ملاقات ہو جائے اور وہ اس سے معافی مانگ سکے کافی طویل سفر تھا اور کئی وقت کے فاقوں سے نیم جان مسافر تھک گیا تھا اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے آخر نوجوان کو سیب کا باغ نظر آ گیا کچھ درخت پانی پر جھکے ہوئے تھے اسے یقین ہو گیا کہ جس سیب نے کچھ دیر کے لئے معمولی حد تک شکم کی آگ کو سرد کیا تھا اس کا تعلق اسی باغ سے ہے نوجوان نے بے قراری کے عالم میں کام کرتے ہوئے مالیوں سے مالک کے بارے میں پوچھا ایک مالی نے اسے باغ میں ٹھہر کر انتظار کرنے کے لیے کہا آخر طویل کشمکش انتظار کے بعد باغ کا مالک نظر آیا اور نوجوان سے اس کی آمد کا سبب پوچھنے لگا

میں دریا کے کنارے بیٹھا تھا کہ ایک سیب پانی میں بہتا نظر آیا میں نے غیر شعوری طور پر اسے اٹھا کر کھا لیا لیکن اب میں اپنے ضمیر پر ایک ناقابل برداشت بوجھ محسوس کر رہا ہوں نوجوان نے مختصراً کہا۔

باغ کے مالک نے نوجوان کی عجیب و غریب گفتگو سنی اور کچھ دیر تک خاموشی سے اس کی باتوں پر غور کرتا رہا آخر باغ کے مالک نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اب تم کیا چاہتے ہو۔ میں اپاہج نہیں ہوں ورنہ تم سے غلطی کی معافی مانگ لیتا نوجوان نے باغ کے مالک سے ادب کے ساتھ کہا جو ایک عمر

رسیدہ شخص تھا میں تمہاری گفتگو کا مطلب نہیں سمجھا بوڑھے نے استفہامیہ انداز میں کہا میرا مطلب یہ ہے کہ جب میرے دست و پا صحیح سلامت ہیں تو مجھے اس کی سزا برداشت کرنی چاہیے جو لوگ معذور ہیں وہ معافی مانگ کر بھی اپنی غلطی کا ازالہ کر سکتے ہیں میں جانتا ہوں کہ مجھ سے ایک سیب کی قیمت ادا کرنے کی صلاحیت ہے مگر میں نے چونکہ نادانستگی میں ایک جرم کیا ہے اس لیے اب سیب کی قیمت بازار کی قیمت کے برابر نہ ہوگی بلکہ جو کچھ آپ طے کریں گے وہی قیمت اب مجھے تسلیم ہوگی میں اس کی قیمت کو ادا کروں گا اس کے بعد خدا کے یہاں میرے ذمہ ہیں آپ کا کوئی حساب نہیں رہے گا نوجوان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا

باغ کے بوڑھے مالک نے سر سے پاؤں تک دوبارہ نوجوان کا جائزہ لیا اور انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا

نوجوان میرا تمہارا حساب برابر ہونے کی دو شرطیں ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ تم ایک ماہ تک مسلسل میرے باغ کے درختوں کو پانی دو گے جب تم میری مرضی کے مطابق اس کام کو انجام تک پہنچا لو گے اس کے بعد میں تمہیں اپنے دوسری شرط بتاؤں گا اگر ان میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہوگی تو میدان حشر تک تم میرے قرض دار رہو گے

آپ مطمئن رہیں میں آپ کی شرائط بخوبی پوری کروں گا نوجوان نے اس طرح کہا کہ اس کے ماتھے پر ایک بھی شکن نہ تھی اس نے بوڑھے سے یہ نہیں پوچھا کہ مسلسل مہینہ بھر تک تھکا دینے والا کام ایک سیب کی قیمت کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے۔

غرض جب شدید محنت کے بعد نوجوان نے بوڑھے کی اس شرط کو تکمیل تک پہنچایا تو باغ کا مالک ذمہ داری کے اس احساس پر حیران رہ گیا نوجوان کی پیشانی پسینے سے تر تھی مگر اس کے ساتھ ہی سجدے کا وہ نشان بھی جھلک رہا تھا جو اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ نوجوان نے اب تک خدا کے علاوہ کسی کے آگے سر نہیں جھکایا ہے بوڑھے کی حیرت بڑھتی جارہی تھی مگر اس نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار نہیں کیا اب مجھے دوسری شرط بتائیں نوجوان نے شدید جذبات سے مغلوب ہو کر کہا!

دوسری شرط یہ ہے کہ تمہیں میری لڑکی سے شادی کرنا ہوگی بوڑھے نے عجیب نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مگر اتنا سمجھ لو وہ ایک اپاہج اور اندھی لڑکی ہے یہ کہہ کر بوڑھا نوجوان کے چہرے پر اپنی دوسری شرط کا رد عمل دیکھنے لگا نوجوان نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا وہ اس عجیب و غریب شرط پر غور کرنے لگا مگر اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار پیدا ہوئے مگر دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے جذبات پر قابو پا لیا اور بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بوڑھے سے سوال کیا۔

کیا یوں آپ سمجھتے ہیں کہ میری غلطی سی وقت معاف ہو سکتی ہے جب میں آنکھوں کی روشنی سے محروم ایک اپاہج لڑکی سے شادی کر لوں سوال یقیناً پیچیدہ تھا جس کا بوڑھے کے پاس کوئی معقول جواب نہ تھا مگر بات یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اب باغ مالک کا اپنی بات پر قائم رہنا بھی ضروری ہو گیا تھا ممکن ہے دنیاوی قانون کے اعتبار سے تمہیں یہ شرط بہت کڑی معلوم ہو لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جب تک میری دوسری شرط پوری نہیں ہو جاتی اس وقت تک میں تمہیں اپنا مجرم سمجھتا رہوں گا نوجوان نے بوڑھے کی اس وضاحت کے بعد پھر کوئی سوال نہیں کیا اس کے بڑے پر عزم انداز میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

اے رب ذوالجلال صبر کے راستے میں لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو استقامت دے میں تیری رضا چاہتا ہوں مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کرنا

آسمان سے نوجوان کی دعا کا جواب آیا یہ تو انسان کی ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکی مگر بوڑھے نے اتنا ضرور دیکھا کہ ان دعائیہ کلمات کے بعد نوجوان کا چہرہ

پرسکون ہوگیا جیسے تائید غیبی کے سبب اس کے نفس میں یہ بوجھ اٹھانے کی طاقت پیدا ہوگئی ہو

نوجوان نے باغ کے مالک سے اپنی رضامندی کا اظہار کردیا بوڑھے کی اس سے بڑی خواہش اور کیا ہوسکتی تھی کہ اس کی اپاہج اور اندھی بیٹی کو نوجوان اور خوبصورت شوہر مل جائے اس نے شادی میں بہت عجلت کی اور دوسرے ہی دن تمام رسمیں ادا کردی گئیں۔

نکاح کے بعد بوڑھے کے چہرے سے بے پناہ مسرت کا اظہار ہورہا تھا نوجوان کے چہرے پر بھی خوشی کی ایک ایسی جھلک تھی جسے پہلی نظر میں محسوس کیا جاسکتا تھا دونوں کے چہرے پر اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کا نور تھا بوڑھا یوں مطمئن تھا کہ اس کی بیٹی کا مستقبل محفوظ ہوچکا تھا اور نوجوان اس لیے مسرور تھا کہ بندگی کی اس آزمائش کے راستے میں اس کے قدم نہیں لڑکھڑائے تھے بظاہر دونوں فرائض کے انجام دیئے جانے پر خوش تھے مگر باطنی طور پر دونوں کے احساسات میں فرق تھا بوڑھا بیٹی کی محبت سے مجبور تھا اور نوجوان عشق الٰہی سے غرض رسم عشق ادا کرنے کے لئے نوجوان بڑی پرخار راہوں سے گزرا

نوجوان نے حجلۂ عروسی میں پہلی مرتبہ اپنی بیوی کو دیکھا تو گھبرا کر اس طرح پیچھے ہٹ گیا جیسے وہ بوڑھے کے بیانات سے زیادہ بدصورت تھی مگر واقعہ یوں نہیں تھا وہ لڑکی اس قدر خوبصورت اور حسین وجمیل تھی کہ اس کے نقش ونگار پر ملکوتی حسن کا گمان ہوتا تھا نوجوان انتہائی سراسیمگی کے عالم میں کمرے سے نکل کر بوڑھے کے پاس گیا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا شاید غلطی سے کسی دوسری لڑکی کو میرے کمرے میں پہنچادیا گیا ہے اس نے دوسری شرط پر لڑکی کا جو حلیہ بتایا تھا وہ لڑکی اس کے مطابق نہیں ہے

بوڑھا نوجوان کے اس اضطراب پر مسکرادیا اور ایک شفیق باپ کی طرح بولا اے میرے نیک بچے وہ تیری ہی بیوی ہے خدا نے تجھے آزمائش میں ثابت قدم رکھا اور اللہ صبر کرنے والوں کو ایسے ہی انعام سے نوازتا ہے بوڑھے کی گفتگو محبت سے اس قدر لبریز تھی کہ نوجوان چونکے بغیر نہ رہ سکا آج وہ باغ کے مالک کی شخصیت کا بالکل نیا انداز دیکھ رہا تھا مگر آپ نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا میں یہ راز جاننے کے لیے سخت مضطرب ہوں نوجوان نے حیرت وہ بے قراری کا وہی عالم تھا.

میں نے بس تم سے ایک بات بھی غلط طور پر بیان نہیں کی بوڑھے نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا میں نے کہا کہ میری بیٹی اپاہج اور اندھی ہے وہ اپاہج یوں ہے کہ کبھی اس کے پاؤں کفر وگناہ کے کوچے کی طرف نہیں گئے اور اندھی یوں ہے کہ اسلامی پردے کے مطابق اس کی پرورش کی گئی ہے اس نے آج تک کسی نہ نامحرم شخص کو نہیں دیکھا اب تم ایسی لڑکی کو کیا کہو گے مجھے بتاؤ نوجوان کو اپنے سوالوں کا جواب مل چکا تھا اس نے بڑی عقیدت سے بزرگ کی طرف دیکھا اور سر جھکالیا یہ نوجوان اس وقت کے مشہور بزرگ سید ابوصالح موسیٰ علیہ الرحمہ تھے یعنی غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد

Reg No: C.P.L.208

Monthly Mujjalah

AL-HAQIQA

June 2020

